مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْن (الحديث)

مِشْكوٰة القُدُوْرِى

فى حل

المُخْتَصَر القُدُوْرِى

از افادات

استاذ محترم جناب حضرت مولانا طاہر صاحب دامت برکاتہم

مدرّس و خطیب با لجامعة العلوم الاسلامية

علامه محمد يوسف بنورى ؒ ٹاؤن كراتشى باكستان

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

فقہ کی تعریف، موضوع اور غرض وغایت:

فقہ لغت میں: واضح کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرعیّہ میں:

هُوَ الْعِلْمُ بِالْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ مِنْ اَدِلَّتِهَا التَّفْصِيْلِيَّةِ۔

فقہ کا موضوع: مکلّف کے افعال کے جاننے کا نام ہے اور اسکے ان افعال پر حکم کرنا کہ اسکا یہ فعل حلال ہے یا حرام ہے فرض ہے یا سنت ہے نفل ہے یا مستحب۔

علم فقہ کی غرض وغایت: سعادت دارین (دونوں جہاں کی کامیابی)۔

مصنّف کے حالات:

آپ کا اسم گرامی: ابوالحسن احمد بن ابی بکر محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی المعروف بالقدوری ہے۔ آپ کی پیدائش: ۳۶۲ھ ہے۔ اور آپ کی وفات: ۴۲۸ھ ہے۔ آپ کی جائے پیدائش: بغداد ہے۔ اور جائے وفات بھی بغداد ہے۔ آپ کی کل عمر: چھیاسٹھ سال تھی۔

آپ کا رتبہ: عام طور پر آپکو فقہا نے طبقۂ خامسہ میں لکھا ہے یعنی اصحاب ترجیح کے اندر لکھا ہے۔ اور بعض لوگوں نے آپ کو طبقۂ ثالثہ میں رکھا ہے۔

قدوری کی وجہ تسمیہ:

امام قدوری کو قدوری اسلئے کہا جاتا ہے کہ قِدْر ہانڈی کو کہا جاتا ہے۔ اور آپ ہانڈی فروخت کرتے تھے یا بناتے تھے۔ یا قدوری اسلئے کہا گیا ہے کہ یہ علاقہ کی طرف منسوب ہے۔

امام قدوری کی تصانیف:

ا۔مسائل الخلاف ۲۔تجرید ۳۔تقریب ۴۔شرح ادبِ القاضی ۵۔شرح مختصر الکرخی ٦۔المختصر القدوری۔

مختصر القدوری کے فضائل:

ا۔تمام حنفی مدارس کے اندر داخلِ نصاب ہے۔

۲۔اسکی بیس شروحات ہیں۔

۳۔ھدایہ کا متن ہے۔

۴۔اسکے اندر جتنے بھی احکامات اور مسائل ہیں وہ سب کے سب آیات،احادیث یا قول صحابہ یا قول تابعی سے مستنبط ہے۔

فقہ کی اہمیت:

ا۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔

۲۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔

۳۔اللہ ربّ العالمین نے ارشاد فرمایا: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ۔

کتاب الطھارۃ

قَالَ اللّٰہُ تَعالیٰ: یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡہَکُمۡ وَاَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ۔

کہنی اور ٹخنے وضو کے فرائض میں داخل ہیں یا نہیں اس میں تفصیل ہے:

ہمارے تینوں ائمہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمدؒ کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے وضو کے فرائض میں داخل ہیں۔ جبکہ امام زفرؒ کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے وضو کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔

امام زفرؒ استدلال فرماتے ہیں کہ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیۡلِ۔ میں غایہ مغیّہ میں داخل نہیں ہے تو یہاں بھی غایہ مغیّہ میں داخل نہیں ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ استدلال فرماتے ہیں کہ غایہ مغیّہ میں داخل ہوتا ہے اور کسی قرینہ کی وجہ سے اس سے باہر نکلتا ہے۔ اور یہاں چونکہ غایہ مغیّہ کی جنس میں سے ہے اسلئے غایہ مغیّہ میں داخل ہوگا۔

سر کا مسح کرنا تمام ائمہ کے نزدیک فرض ہے البتہ اسکی مقدار میں اختلاف ہے:

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ وہ استدلال فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی روایت سے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے وضو فرمایا تو پورے سر کا مسح فرمایا۔

﴿توجیہ﴾ ہم یہاں فرض کے متعلق بات کر رہے ہیں یعنی جب پانی بہت کم مقدار میں موجود ہو اور آپ جو حدیث بتا رہے ہیں یہ سنت کیلئے ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چند بالوں پر مسح کرنا فرض ہے۔ وہ استدلال فرماتے ہیں کہ یہ آیت مطلق ہے اور مطلق کا اطلاق چند پر ہو جاتا ہے۔ تو یہاں پر بھی تین چار سے ادا ہو جائیگا۔

﴿توجیہ﴾ یہ آیت مطلق نہیں بلکہ مجمل ہے اور مجمل کا اجمال کیا جاتا ہے اسلئے حضرت مغیرة ابن شعبہؓ روایت کرتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَتیٰ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ وَتَوَضَّاءَ وَمَسَحَ عَلیٰ النَّاصِیَةِ وَ خُفَّیْهِ))

ترجمہ: کہ حضور ﷺ قوم کے کوڑا کرکٹ میں تشریف لائے تو آپ نے پیشاب فرمایا اور وضو فرمایا اور پیشانی پر مسح کیا اور اپنے موزوں پر۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ وہ استدلال فرماتے ہیں کہ:

ا۔ "باء" جب آلہ پر داخل ہوتا ہے تو آلہ کا بعض اور محل کا کلّ مراد ہوتا ہے۔ اور جب محل پر داخل ہوتا ہے تو محل کا بعض اور آلہ کا کلّ مراد ہوتا ہے۔ اور یہاں چونکہ "باء" محل پر داخل ہے لہٰذا اسکا بعض مراد ہوگا۔

۲۔ وَلِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔ اکثر پر پورے کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔

جیسے حج میں چوتھائی سر کا منڈوانا۔ نماز کے دوران چوتھائی حصہ کے برابر ستر کھل جائے تو نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

آیا مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی؟

اس مسئلہ میں دو اماموں کا اختلاف ہے وہ یہ کہ: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسواک نماز کی سنت میں سے ہے اور وہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ: قَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ علیٰ اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ کُلِّ صَلوٰة۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر فرض کرتا مسواک کو ہر نماز کیلئے۔

اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مسواک وضو کی سنت ہے۔ وہ استدلال کرتے ہیں کہ: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ علیٰ اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ کُلِّ صَلوٰة۔ میں عِنْدَ کے بعد وُضُوْءِ مضاف محذوف ہے۔

یعنی عِنْدَ وُضُوْءِ کُلِّ صَلوٰة۔

اختلاف برائے مضمضہ واستنشاق:

امام شافعیؒ کے نزدیک تین چلّو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی سنت ہے۔ وہ استدلال فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک ہی چلو سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا اور اسی طرح تین بار کیا۔
امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر وضو فرمایا اور تین بار کلی بھی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا الگ الگ۔ نوٹ ہماری سنت میں نظافت زیادہ ہے۔

نیت کرنے میں اختلاف:

امام شافعیؒ کے نزدیک نیت کرنا فرض ہے۔ اور وہ دو دلیلیں پیش کرتے ہیں: ۱۔ انما الاعمال بالنیات۔ ہر کام کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ۲۔ تیمّم کے دوران نیت کرنا فرض ہے اس وجہ سے وضو میں بھی فرض ہے۔
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نیت کرنا مستحب ہے اور وہ استدلال فرماتے ہیں کہ مٹی جنس کے اعتبار سے ناپاک ہے اور نیت کے ذریعہ پاک کی جاتی ہے (تیمّم میں) جبکہ پانی پہلے ہی سے پاک ہوتا ہے۔ اسلئے وضو میں نیت ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔

خون نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں اس میں تفصیل ہے:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ استدلال فرماتے ہیں کہ ((اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ)) وضو ہر بہنے والے خون سے واجب ہو جاتا ہے۔
امام شافعیؒ کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ استدلال فرماتے ہیں کہ: غزوہ ذات الرقاع میں حضرت عبادہ ابن بشیرؓ کو نماز میں ایک تیر لگ گئی اور خون نکلا اور انہوں نے نماز جاری رکھی توڑی نہیں۔ اسلئے خون سے وضو نہیں ٹوٹتا۔
﴿توجیہ﴾ ۱۔ وہ صحابیؓ کا ذاتی فعل تھا، حضور ﷺ نے اسکا حکم نہیں فرمایا تھا۔
۲۔ انکو تیر لگا اور اسکی وجہ سے خون رک نہیں رہا تھا تو گویا کہ وہ معذور کے حکم میں ہو گئے۔ اور معذور کو نماز جاری رکھنے اجازت ہوتی ہے۔
۳۔ وہ صحابیؓ جب انکو تیر لگا اور انکے کپڑے پر خون بھی لگا اگر آپ کہتے ہیں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا تو پھر آپ یہ کہیے کہ اگر کپڑے پر خون لگے تو کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوگا، حالانکہ آپکے یہاں ایسا نہیں ہے۔

قے جب ملأ لِفَم (منہ بھر کر آئے) تو وضو ٹوٹ جاتا ہے:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہےاوروہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ((مَنْ قَاءَ اَوْ رَعُفَ فِیْ صَلَاتِہٖ

فَلْیَنْصَرِفْ وَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیَبْنِ عَلٰی صَلَاتِہٖ مَالَمْ یَتَکَلَّمْ))

لیکن قے جب تھوڑی دیر میں آئے تو اسمیں اختلاف ہے:

امام محمدؒ کے نزدیک اتّحادِ سبب ایک ہونا چاہئے یعنی قے جس سبب سے آئی وہ سبب ایک ہونا چاہئے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اتحاد مجلس ایک ہونا چاہئے۔

ملاحظة: مِلْأَ لْفَم کی مقدار مَالَا یُمْکِنُ اِمْسَاکُہٗ یعنی جسکا روکنا ممکن نہ ہو۔

چت لیٹ کرسونے سے وضوٹوٹ جاتا ہےاس میں تفصیل ہے:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہے۔وہ استدلال فرماتے ہیں:((اِنَّمَا الْوُضُوْءُ عَلٰی مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا اِنَّمَا مَنْ اِضْطَجَعَ استرخت مفاصله))۔ترجمہ: بےشک وضوٹوٹ جاتا ہے چت لیٹنے سے اسلئے کہ چت لیٹ کرسوجانے سے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک وضونہیں ٹوٹتا۔

رکوع اورسجدے والی نماز میں قہقہ لگانے سے وضواورنماز دونوں باطل ہوجاتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کی دلیل: صحابہ کرامؓ نماز پڑھ رہے تھےایک معذورگڑھے میں گر گئےتو صحابہؓ ہنس پڑے۔جب نماز ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جولوگ ہنس رہے تھے وہ وضواورنماز دونوں کا اعادہ کرلیں۔(یہ حدیث کا مفہوم ہے)

منی کے نکلنے سے وضوواجب ہوتا ہے یاغسل،اسمیں تفصیل ہے:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ منی کے نکلنے سے غسل واجب ہوگا۔امام شافعیؒ استدلال فرماتے ہیں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے کہ وہ روایت کرتے ہیں کہ:حضور ﷺ نے ارشادفرمایا:((اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ)) ترجمہ:غسل واجب ہوگا منی کے نکلنے سے۔

﴿توجیہ﴾ آپ جس روایت سے استدلال فرمارہے ہیں یہ روایت منسوخ ہوچکی ہے اور اسکا منسوخ ہونا رافع بن خدیجؓ سے منقول ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ایسے ہی پانی نکل آیا تو تم اسمیں وضو کرو اور اگر کود کر آیا تو تم غسل کرو۔

ملاحظہ: امام اعظم کے شاگردوں میں ایک اختلاف ہے طرفین (امام ابوحنیفہ، امام محمد) فرماتے ہیں کہ صلب سے نکلتے وقت دفق اور شہوت ضروری ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ صلب اور ذکر دونوں سے نکلتے وقت شہوت اور دفق ضروری ہے۔

پانی کی دو طبیعتیں ہیں:

۱۔رقت ۲۔سیلان (بہنا)

پانی کی تین صفتیں ہیں:

۱۔رنگ ۲۔بو ۳۔مزہ

امام قدوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک وصف بدل جائے تو وضو اور غسل جائز ہے۔ اور وہ استدلال فرماتے ہیں حدیث سے کہ:

((قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِغْسِلُوْاہُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْاہُ فِی الثَّوْبَیْنِ(رواہ مسلم))

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مردے کو غسل دو پانی بیری کے پتّوں سے اور اسے کفن دو دو کپڑوں میں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں میرے ساتھ تھے آپ ﷺ نے طہارت حاصل کرنے کیلئے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے۔ میں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں، مگر نبیض تمر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لے آؤ اسلئے کہ پانی بھی پاک ہے اور پھل بھی پاک ہے پھر آپ ﷺ نے اس سے وضو فرمایا۔

كُلُّ مَاءٍ دَائِمٍ۔الخ (المختصر القدوری، کتاب الطہارۃ، صفحہ:۱۸)

ٹھہرے ہوئے پانی میں اگر نجاست گر جائے تو اس پانی سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے یا نہیں اس میں تفصیل ہے:

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ٹھہرا ہوا پانی چاہے قلیل ہو یا کثیر ہو اس سے طہارت حاصل کرسکتے ہیں جب تک کہ اسکے اوصاف میں تغیر نہ آجائے اگر چہ اسمیں نجاست گری ہوئی ہو۔ وہ استدلال فرماتے ہیں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا:

اَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِيرِ بُضَاعَةٍ وَهِىَ بِئْرٌ يُلْقٰى فِيهَا الْحِيضَ وَاللُّحُومَ الْكِلَابَ وَالنَّتْنَ: کیا ہم لوگ بیر بضاعہ سے وضو کرسکتے ہیں حالانکہ وہ ایسا کنواں ہے کہ اسکے اندر ڈالے جاتے ہیں حیض کے کپڑے اور کتّے کے گوشت اور کچرے؟

آپ ﷺ نے جواب دیا کہ :اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ۔ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی۔

﴿توجیہ﴾ ا۔آپ جس روایت سے استدلال کرتے ہیں اس روایت کے اندر ایک راوی ہیں ولید ابن کثیر جو کہ ضعیف ہیں۔

۲۔آپ جس روایت سے استدلال کررہے ہیں یہ روایت اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہے۔ کیونکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جتنے پانی کی ضرورت تھی اس سے یہ بات پتہ چلی کہ صحابہؓ اس کنویں کی حفاظت کرتے تھے۔ اور انہوں نے شک کی بنیاد پر یہ سوال کیا کہ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں اسکے اندر گندی چیزیں ڈالی گئی تھیں، زمانہ اسلام نے اس کو صاف کردیا لیکن اسکے درودیوار پر نجاست کے اثرات ہونگے اور ان اثرات سے یہ پانی ناپاک ہوگیا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا:اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ٹھہرا ہوا پانی اگر قلّتین کے برابر ہے تو اس میں نجاست گر جانے کے باوجود طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ وہ استدلال فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت سے کہ: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُسْئَلُ عَنِ الْمَاءِ يَكُوْنُ فِى الْفَلَاةِ مِنَ الْاَرْضِ۔ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا اس پانی کے بارے میں جو جنگل میں ہوتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ۔ جب پانی دوقلہ ہوجائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

﴿توجیہ﴾ ۱۔آپ کی روایت کی سند کے اندر ایک راوی ہیں محمد ابن اسحاق اور وہ راوی ضعیف ہیں۔

۲۔آپ جس روایت سے استدلال کرتے ہیں اس روایت کے اندر چند اضطرابات ہیں:

۱۔اضطراب فی السند ۲۔اضطراب فی المتن ۳۔اضطراب فی المعنی ۴۔اضطراب فی المصداق۔

۱۔اضطراب فی السند: اس طرح پایا جاتا ہے کہ کسی سند کے اندر عبداللہ ہے تو کسی کے اندر عبیداللہ ہے۔

۲۔اضطراب فی المتن: کسی متن کے اندر قلتین کا لفظ ہے کسی متن کے اندر ثلاثہ قلہ کا لفظ ہے اور کسی متن کے اندر اربعین قلہ کا لفظ ہے۔

۳۔اضطراب فی المعنی: قلہ کے ایک معنی ہے مٹکہ اور ایک معنی ہے مشکیزہ اور ایک معنی ہے پہاڑ کی چوٹی۔

۴۔اضطراب فی المصداق: قلہ کا معنی اگر مشکیزہ ہی لے لیا جائے تو انکے معنی الگ الگ ہیں ایک کے اندر چار مٹکے اور ایک کے اندر چالیس، پھر ایک مشکیزہ شام کا ہے تو ایک مشکیزہ یمن کا ہے اور ایک مشکیزہ عراق کا۔

امام اعظمؒ کے نزدیک ٹھہرا ہوا پانی جو راہ مبتلابہ کی نگاہ میں کثیر ہو تو اس میں نجاست گر جانے کے باوجود طہارت حاصل کی جا سکتی ہے۔اور اسکو یوں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ٹھہرا ہوا پانی جو دہ در دہ (۱۰x۱۰) ہو اسکے اندر اگر نجاست گر جائے تو طہارت حاصل کر سکتے ہیں۔امام ابو حنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پانی کی حفاظت کرنیکا حکم فرمایا ہے نجاست سے، پس حضور ﷺ کا ارشاد ہے: لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِى الْمَاءِ الدَّائِمِ وَلَا يَغْتَسِلَنَ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔ نیز حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِه فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهٗ فِى الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّه لَا يَدْرِى اَيْنَ بَاتَتْ يَدَهٗ۔

پانی میں اگر مچھر وغیرہ مرجائے تو کیا اس سے وضو کر سکتے ہیں؟

امام شافعی کے نزدیکؒ اگر پانی میں مچھر وغیرہ مرجائے تو وہ ناپاک ہے اور وہ استدلال فرماتے ہیں: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الخ۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اسے استعمال کر سکتے ہیں۔اور وہ استدلال فرماتے ہیں:

حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت سے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَيُّمَا طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَاتَ فِيهِ مَا لَيْسَ لَه نَفْسٌ سَائِلَةٌ فَهُوَالْحَلَالُ اَكْلُه وَشُرْبُه وَتَوَضِي مِنه۔

ماء مستعمل

شیخین کے نزدیک ماء مستعمل کی تعریف: کُلُّ مَاءٍ اُزِیْلَ بِه حَدَثٌ اَوِاسْتُعْمِلَ فِی الْبَدنِ عَلٰی وَجْهِ الْقُرْبَۃِ۔

امام محمدؒ کے نزدیک ماء مستعمل کی تعریف: کُلُّ مَاءِ اسْتُعْمِلَ فِی الْبَدنِ عَلٰی وَجْهِ الْقُرْبَۃِ۔

امام زفرؒ کے نزدیک ماء مستعمل کی تعریف: کُلُّ مَاءٍ اُزِیْلَ بِه حَدَثٌ۔

باب التیمم

تیمّم لغت کے اندر: قصد کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاح شرعیہ میں:

اَلْقَصْدُ اِلٰی الصَّعِیْدِ الطَّاهِرِ لِلتَطْهِیْرِ: وہ پاک مٹی سے پاکی حاصل کرنے کے قصد کا نام ہے۔

تیمّم کا ثبوت قرآن سے: اللہ رب العالمین کا قرآن میں ارشاد ہے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔

تیمّم کا ثبوت حدیث سے: حدیث عائشہ (جس میں ہار کھو گیا تھا)

تیمّم ہروہ شخص کرسکتا ہے ا۔ جو پانی کو نہ پائے اوروہ مسافر ہے یا شہر سے باہر ہے اورایک میل یعنی چار ہزار گز تک پانی ملنے کا آسرا نہیں ہو۔
۲۔ یا آدمی پانی کوتو پاتا ہولیکن وہ بیمار ہو پانی استعمال کرنے سے بیماری کے بڑھ جانے کا خوف ہو یا اتنی سردی ہو کہ اگر وہ جنبی آدمی ہواور نہائے تو سردی کی شدت سے مرجائے تو ایسی صورت میں تیمّم کرسکتے ہیں۔

تیمّم کرنے کا طریقہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ۔
تیمّم دوضربیں ہیں پہلے دونوں ہاتھ مٹی پر مارے جائینگے پھراس ہاتھ سے چہرہ کا مسح کیا جائیگا پیشانی کے بالوں سے تھڈّی (تھوڑی) کے نیچے تک اورایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک، پھر پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مارے جائینگے اور پھر الٹے ہاتھ سے داہنے ہاتھ کا مسح کیا جائیگا انگلیوں سے لے کر کہنیوں تک پھر سیدھے ہاتھ سے مسح کیا جائیگا الٹے ہاتھ پر انگلیوں سے لے کر کہنی تک۔ اوراگر انگھوٹی پہنی ہے تو اسے حرکت دی جائیگی۔

تیمّم کا حکم:

تیمّم کا حکم جنابت اور حدث کیلئے ایک ہی ہے اوراحناف کے نزدیک اسکا حکم بالکل وضواور غسل کی طرح ہے۔ جس طرح وضواور غسل کے ذریعہ سے تمام فرائض وغیرہ ادا کی جاسکتی ہے اسی طرح تیمّم سے بھی ادا کی جاسکتی ہے۔
امام شافعیؒ کے نزدیک تیمّم سے صرف ایک فرض ادا کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے فرض کیلئے دوسرا تیمّم کرنا پڑے گا ہاں البتہ فرض کے تیمّم سے نوافل پڑھی جاسکتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ تیمّم طہارت ضروریہ ہے لہٰذا جس طرح ایک معذور آدمی ہر فرض کیلئے علیحدہ وضو کرتا ہے اسی طرح تیمّم کا حکم ہے۔
امام ابوحنیفہ کی دلیل: قرآن کریم میں تیمّم کے جواز کا سبب عدم وجود الماء کوقرار دیا گیا ہے تولہذا جب تک پانی نہیں پایا جائیگا تیمّم باقی رہے گا۔

حدیث: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلصَّعِيْدُ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ مَالَمْ يَجِدِ الْمَاءَ۔ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے جب تک کہ وہ پانی نہ پالے۔

نواقض تیمّم:

ہر وہ چیز جو وضو کو توڑنے والی ہے اور غسل کو توڑنے والی ہے۔ وہی تیمّم کو بھی توڑتی ہے۔ اور اسکے علاوہ پانی کا پایا جانا اور اسکے استعمال پر قادر ہونے سے بھی تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔

تیمّم کن چیزوں پر کیا جاسکتا ہے:

طرفین کے نزدیک ہر وہ چیز جو مِنْ جِنْسِ الْاَرْضِ ہے اسپر تیمّم کیا جاسکتا ہے۔ مِنْ جِنْسِ الْاَرْضِ کا مطلب ہر وہ چیز جو جلانے سے جلے نہیں اور پگھلانے سے پگھلے نہیں۔ جیسے تراب (مٹی)، رمل (ریت)، حجر (پتھر)، جص (گچ)، نورہ (چونہ)، کحل (سرمہ)، زرنیخ (مٹی کی ایک قسم)۔

امام ابو یوسف کے دو قول ہیں:

ایک قول کے مطابق: تراب اور رمل پر تیمّم کر سکتے ہیں۔

دوسرے قول کے مطابق: صرف تراب پر تیمّم کر سکتے ہیں۔ (راجح قول یہ ہے)

وہ استدلال فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں صَعِیْدًا طَیِّبًا۔ کا لفظ آیا ہے لہٰذا تراب پر ہی تیمّم کر سکتے ہیں۔

تیمّم کے ارکان: ۱۔ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہ ۲۔ ضَرْبَۃٌ لِلْیَدَیْن ۳۔ تیمّم کی نیت کرنا

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ تیمّم کی نیت کرنا شرط نہیں جس طرح وضو میں شرط نہیں ہے۔

باب المسح علی الخفین

مسح علی الخفین کا ثبوت قرآن سے: قرآن کریم میں آتا ہے: وَاَرْجُلَکُمْ اِلیٰ الْکَعْبَیْنِ بالفتح اور دوسری قرأت میں وَاَرْجُلِکُمْ بالکسر ہے۔ اس سے مسح علی الخفین مثبوت ہے۔

مسح علی الخفین کا ثبوت حدیث سے: یَمْسَحُ الْمُقِیْمُ یَوْمًا وَلَیْلَۃً وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْھَا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستّر صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ مسح علی الخفین کرتے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسح علی الخفین کے جواز کا فتویٰ دیا جب یہ روز روشن کی طرح میرے سامنے آ گیا۔

امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے مسح علی الخفین کا انکار کیا اس پر کفر کا خوف ہے۔

مسح علی الخفین کی مدت:

مقیم آدمی ایک دن ایک رات مسح علی الخفین کرسکتا ہے۔اور مسافر آدمی تین دن اور تین رات مسح علی الخفین کرسکتا ہے۔

اور اس مدت کا اعتبار حدث کے بعد سے کیا جائیگا۔

نواقض مسح علی الخفین:

ہر وہ چیز جس سے وضوٹوٹ جاتا ہے اس سے مسح علی الخفین بھی ٹوٹ جاتا ہے اور مزید وقت کا ہوجانا اور موزوں کا اتر جانا بھی نواقض مسح علی الخفین میں سے ہے۔

مسئلہ: اگر ایک آدمی کا وضو باقی ہے اور اسنے خفین اتار دیے تو اسکو صرف پاؤں دھوکر خفین پہن لینا چاہئے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: طریقہ مسح: ہاتھ کی انگلیوں کو بھگا کر پاؤں کی انگلی سے پنڈلی کی طرف کھینچا جائیگا گویا کہ خفین کے اوپر مسح کیا جائیگا۔جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک نیچے بھی مسح کیا جائیگا۔

اصول: مدتِ مسح میں آخری حالت کا اعتبار کیا جائیگا۔

تین شرطیں پائی جائینگی تو صاحبینؒ کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے:

۱۔اتنے دبیض ہوں کہ اسکے اندر پانی نہ پہنچتا ہو۔

۲۔بغیر باندھے ہوئے پنڈلی کے اوپر رک سکتے ہوں۔

۳۔ان موزوں کو پہن کر ایک ہزار میل سفر کرسکیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے آخری عمر میں صاحبین کے قول کو ترجیح دے دی تھی۔

باب الحیض

حیض لغت میں: سیلان (بہنا) کو کہتے ہیں۔

اوراصطلاح میں: هُوَ دَمٌ يَسِيلُ مِنْ رَحِمِ الْمَرْءَةِ الْبَالِغَةِ غَيْرِ آئِسَةٍ وغَيْرِ حَامِلَةٍ بِغَيْرِ مَرَضٍ فِي مُدَّةٍ مَخْصُوصَةٍ۔ ترجمہ حیض وہ بہنے والا خون ہے جو بالغہ عورت جو کہ آئسہ نہ ہو اور حاملہ نہ ہو کہ رحم سے بغیر بیماری کے آئے مدت مخصوصہ میں۔

آئسہ بوڑھی عورت کو کہا جاتا ہے۔ جسکا حیض بند ہو چکا ہو ایک قول کے مطابق ۵۰ سالہ عورت آئسہ ہوتی ہے۔ دوسرے قول کے مطابق ۵۵ سالہ عورت آئسہ ہوتی ہے۔ تیسرے قول کے مطابق ۷۰ سالہ عورت آئسہ ہوتی ہے۔

حیض کی مدت:

اقل مدت حیض امام اعظمؒ اور طرفین کے نزدیک تین دن ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ایک دن ایک رات ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک گھڑی بھی ہو سکتی ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل: وہ فرماتے ہیں حیض ایک حدث ہے اور دیگر احداث کیلئے کوئی مدت مقرر نہیں لہذا حیض کیلئے بھی کوئی خاص مدت مقرر نہیں۔

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی دلیل: وہ فرماتے ہیں جب پہل پہل خون آتا ہے تو اس میں خدشہ ہوتا ہے کہ یہ خون بیماری کی وجہ سے ہو۔ لیکن جب ایک دن ایک رات متواتر آتا رہا تو اب شک ختم ہو گیا۔ لہذا اب مزید انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔

امام اعظمؒ کی دلیل: وہ فرماتے ہیں کے حیض کے سارے کے سارے مسائل سماعی ہیں، قیاسی نہیں لہذا حضور ﷺ نے جو فرما دیا وہی اصل ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:اَقَلُّ الْحَیْضِ لِلْجَارِیَۃِ الْبِکْرِ اَوِ الثَّیِّبِ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ وَ لَیَالِیْھَا وَ اَکْثَرُھَا عَشْرَۃُ اَیَّامٍ۔

یہ روایت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت عاتکہؓ، حضرت ابواُمامہ الباہلیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ وغیرہ سب سے منقول ہے۔

امام ابو یوسفؒ: وہ فرماتے ہیں دو دن اور تیسرے دن کا اکثر حصہ اگر خون آجائے تو یہ اقل مدت حیض ہے۔ تین دن تین رات آنے کو ضرورت نہیں جیسا کہ طرفین فرماتے ہیں ، امام ابو یوسفؒ کی دلیل: وَلِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔

اکثر مدت حیض:

امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک اکثر مدت حیض دس دن ہے، البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک اکثر مدت حیض پندرہ دن ہیں۔

امام اعظمؒ کی دلیل:اَقَلُّ الْحَیْضِ لِلْجَارِیَۃِ الْبِکْرِ اَوِ الثَّیِّبِ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ وَ لَیَالِیْھَا وَ اَکْثَرُھَا عَشْرَۃُ اَیَّامٍ۔

امام شافعیؒ کی دلیل: حضور ﷺ کا ارشاد ہے:تَقْعُدُ اِحْدٰھُنَّ شَطْرَ عُمْرِھَا لَا تُصَلِّی وَلَا تَصُوْمُ۔

ترجمہ: کہ عورتیں زندگی کا آدھا حصہ بیٹھی رہتی ہیں نہ نماز پڑھتی ہیں نہ روزہ رکھتی ہیں۔

زندگی کا شمار سال سے کیا جاتا ہے اور سال کا شمار مہینہ سے کیا جاتا ہے تو آدھا مہینہ اس حدیث کی روشنی میں حیض کا ہوگا۔

الوان حیض:

الحمرۃ و الصفرۃ والتربۃ والکدرۃ والخدرۃ والسواد۔

حیض کے چھ رنگ ہیں: ۱۔لال ۲۔پیلا ۳۔مٹّھیالا ۴۔گدلا ۵۔ہرا ۶۔کالا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حیض کے یہ مذکورہ بالا چھ رنگ ہیں کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ خواتین اپنی کرسف حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں ڈبیہ میں رکھ کرتا کہ وہ سوال کریں کہ جو رنگ آرہا ہے وہ حیض ہے یا کوئی اور۔ حضرت عائشہؓ دیکھ کر فرماتیں:

لَا تَعْجَلْنَ حَتّٰی تَرَیْنَ قَصَّۃَ الْبَیْضَاءِ۔ کہ تم جلدی نہ کرو یہاں تک کہ سفیدی دیکھ لو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفید رنگ کے علاوہ باقی سارے رنگ حیض کے ہیں۔

گدلا رنگ:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گدلا رنگ چاہے ایام حیض کے شروع میں آئے یا آخر میں آئے دونوں صورتوں میں حیض ہی شمار کیا جائیگا۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گدلا رنگ اگر ایام حیض کے شروع میں آئے تو حیض نہیں اور اگر ایام حیض کے آخر میں آئے تو حیض شمار کیا جائیگا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل: گدلا رنگ تابع ہوتا ہے صاف کے لہٰذا پہلے اگر صاف لال رنگ آئے اور اسکے بعد گدلا رنگ آئے تو وہ حیض ہی ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: رحم منکوس ہے لہذا پہلے بھی اگر آئے تو گدلا حیض ہی ہوگا۔

الخدرۃ: ہرا رنگ اگر جوان عورت کے آرہا ہے تو حیض ہے اور اگر بوڑھی عورت کے آئے تو حیض نہیں ہوگا۔

احکامِ حیض ونفاس: حیض اور نفاس کے یہ دس احکام ہیں:

١۔ حائضہ عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔

٢۔ حائضہ عورت سے روزہ ساقط ہو جاتا ہے۔

٣۔ حائضہ عورت نماز کی قضا نہیں کرے گی۔

۴۔ حائضہ عورت روزے کی قضا کریگی۔

۵۔ حائضہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہوگی۔

٦۔ حائضہ عورت طواف نہیں کرے گی۔

٧۔ حائضہ عورت قرآن کو چھو نہیں سکتی۔

٨۔ حائضہ عورت سے شوہر جماع نہیں کر سکتا۔

اب چار احکام وہ ہیں جو حائضہ کے ساتھ خاص ہیں جبکہ مذکورہ بالا آٹھ احکام میں حیض اور نفاس والی عورت برابر ہیں۔ چار احکام یہ ہیں:

۱۔لڑکی کی بلوغت کا اعتبار حیض سے کیا جائیگا۔

۲۔رحم کے خالی ہونے کا اعتبار حیض سے کیا جائیگا۔

۳۔طلاق سنہ اور بدعیٰ کے درمیان فرق حیض سے کیا جائیگا۔

۴۔عدت کے پورے ہونے کا اعتبار حیض سے کیا جائیگا۔

نوٹ: مذکورہ بالا احکامات میں سے چند احکامات میں شافعیہ اور احناف کا اختلاف ہے۔

۱۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حائضہ عورتوں کا مسجد سے گزرنا جائز نہیں۔ جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک حائضہ عورت کا مسجد سے گزرنا جائز ہے۔ اور وہ استدلال فرماتے ہیں: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ۔الخ (الآیۃ)

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ۔

دوسری دلیل: حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا جب انکو حیض شروع ہوگیا حج کے موقع پر: اِفْعَلِیْ مَا یَفْعَلُ الْحَآجَّ غَیْرَ اَنْ تَطُوْفِیْ بِالْبَیْتِ۔

مسئلہ۲: لا یاتیھا زوجھا:

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ حائضہ عورت سے استمتاع ناف سے لے کر گھٹنے تک نہیں کیا جاسکتا بقیہ حصوں سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔

امام احمدؒ، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ تمام حصوں سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دلائل:

امام احمدؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہودی لوگ حیض کی حالت میں حائضہ کو بالکل اچھوت کا مریض سمجھتے تھے اسکے کھانے کے برتن، پینے کے برتن، اسکے پہننے کے کپڑے، چادر سب الگ کر دیتے تھے یعنی گھر ہی سے نکال دیتے تھے۔ تو صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت فرمایا کہ ہم حائضہ عورت کے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں تو آیت نازل ہوئی، یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ۔الخ۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِصْنَعُوا کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الْجِمَاعَ۔ تم ان سے ہر کچھ کر سکتے ہو سوائے جماع کے۔

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو یوسف کی دلیل: ایک صحابیؓ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت فرمایا میرے لئے میری بیوی کے کتنے حصوں سے نفع حاصل کرنا جائز ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے علاوہ جائز ہے۔

استحاضہ:

وہ خون ہے جو اقل مدت حیض سے کم اکثر مدت حیض سے زیادہ اور دوران حمل جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔

استحاضہ کا حکم:

استحاضہ اور نکسیر پھوٹنے والے، سلسل البول والے شخص اور عورت کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کیلئے وضو کرنا ہوگا۔

اب یہ وضو نماز کیلئے ہے یا نماز کے وقت کیلئے اس میں اختلاف ہے:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ وضو نماز کیلئے ہے یعنی ظہر کیلئے اگر وضو کیا تو اس سے صرف ظہر کی نماز اور اس وقت کی نوافل وسنت پڑھی جا سکتی ہے۔ دوسری فرض نماز کیلئے الگ وضو کرنا پڑے گا اگرچہ ظہر کا وقت باقی ہے اور اگر کوئی بندہ قضاء عمری کی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو اسکو ہر نماز کیلئے الگ وضو کرنا پڑے گا۔

امام شافعیؒ کی دلیل: اَلْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِکُلِّ صَلٰوةٍ۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحاضہ عورت اور دیگر معذورین ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرینگے یعنی: ظہر کے وقت قضاء عمری پڑھنے والے کو علیحدہ وضو کی ضرورت نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں: آپ جس حدیث سے استدلال فرما رہے ہیں اس حدیث کے اندر "لام" وقت کے معنی میں ہے۔

تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ کُلِّ صَلٰوةٍ، جیسا کہ قرآن میں آتا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ، یعنی لِوَقْتِ دُلُوْكِ الشَّمْسِ۔

مسئلہ:

بالغہ عورت جو کہ مستحاضہ ہو اسکی تین قسمیں ہیں:

ا۔معتادہ: وہ عورت جسکی حیض کی کوئی عادت مقرر ہو۔

۲۔مبتدۂ: وہ عورت جسکی حیض کی ابتدا ابھی ابھی ہوئی ہو۔

۳۔متحیرہ: وہ عورت جسکا سیلان رحم ہوتا رہتا ہو نا ہی کوئی عادت یاد ہے اور نا ہی عادت مقرر ہے۔

احکام:

معتادہ عورت جب مستحاضہ بن جائے تو اسکے عادت والے دن حیض کے شمار کیے جائینگے اور بقیہ دن اسکے استحاضہ کے ہونگے۔

مبتدۂ اور متحیرہ: ان دونوں کے ہر مہینے میں دس دن حیض شمار کیے جائینگے اور باقی ایام استحاضہ کے۔

مسئلہ:

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مستحاضہ اور دیگر معذورین وضو کرینگے ہر نماز کیلئے اور امام اعظمؒ کے نزدیک یہ وضو کرینگے ہر نماز کے وقت کیلئے۔تو اب وضو ختم کیسے ہوگا (ٹوٹے گا کیسے) اسی طریقہ سے احناف کا اختلاف ہے۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسکا وضو ٹوٹے گا خروج وقت اور دخول وقت سے۔

طرفینؒ کے نزدیک خروج وقت سے وضو ٹوٹے گا دخول وقت سے نہیں۔

امام زفرؒ کے نزدیک دخول وقت سے وضو ٹوٹے گا خروج وقت سے نہیں۔

چند اصول:

حیض کے علاوہ جو ایام ہوتے ہیں انکو طہر کہا جاتا ہے۔بعض دفعہ حیض کے دس دنوں کے درمیان میں پاکیزگی کا زمانہ آتا ہے تو اس زمانہ کو طہر متخلل کہا جاتا ہے۔

نوٹ: طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی انتہا نہیں۔

اصول:

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: کہ طہر جو پندرہ دن سے کم ہو وہ غیر معتبر ہے یعنی طہر بھی حیض میں شمار کیا جائیگا جبکہ ایام حیض میں آئے۔
امام محمدؒ فرماتے ہیں: طہر تین دن یا اس سے زیادہ ہو اور دونوں دمین (خونوں) سے بھی زیادہ ہو تو طہر کا اعتبار کیا جائیگا ورنہ نہیں۔
امام زفرؒ فرماتے ہیں: کہ اگر دونوں دمین اقل مدت حیض کو پہنچ جاتے ہیں جبکہ انکو جمع کیا جائے تو طہر متخلل غیر معتبر ہوگا۔
امام حسن بن زیادؒ فرماتے ہیں: کہ اگر طہر تین ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر۔

ان میں سے فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے اصول پر ہے۔

باب الانجاس

امام قدوریؒ نے نجاست حکمی کو پہلے ذکر فرمایا اور نجاست حقیقی کو اب ذکر فرما رہے ہیں۔
نجاست حکمی کو مقدم اسلئے کیا کیونکہ یہ اقویٰ ہے نجاست حقیقی سے۔ اسطرح کہ نجاست حکمی میں بال برابر بھی رہ جائے تو معاف نہیں جبکہ نجاست حقیقی میں مقدار معاف ہے۔
نجاست کی دو قسمیں ہیں: ۱۔نجاست مرئیہ ۲۔نجاست غیر مرئیہ
نجاست سے پہلے پاکی حاصل کرنا واجب ہے کہ مصلی کا بدن پاک ہو کپڑا پاک ہو جس مکان میں نماز پڑھ رہا ہے وہ مکان پاک ہو، ان پاکی کا حکم مندرجہ ذیل آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے: کپڑے کی پاکی: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ بدن کی پاکی: وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَطَّهَّرُوْا /

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

مکان کی پاکی: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ: اَلْمَزْبَلَۃِ وَ الْمَجْزَرَۃِ وَالْمَقْبَرَۃِ وَقَارِعَۃِ الطَّرِیْقِ وَالْحَمَّامِ وَمَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَظَھْرِ الْکَعْبَۃِ۔

۱۔کچرا کنڈی ۲۔مذبح خانہ ۳۔قبرستان ۴۔گزرگاہ ۵۔حمام ۶۔اونٹ کا باڑہ ۷۔اور کعبہ کی چھت۔

اس روایت سے معلوم یہ ہوا کہ مکان کی پاکی بھی ضروری ہے۔

مسئلہ: پاکی حاصل کس چیز سے کی جاسکتی ہے۔امام شافعیؒ،امام مالکؒ،امام محمدؒ،امام زفرؒ کے نزدیک پاکی صرف پاک پانی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پانی اور پانی جیسی پاک چیزیں جو مائع ہوں،ان سے حاصل کر سکتے ہیں۔

امام شافعیؒ،امام مالکؒ،امام محمدؒ،امام زفرؒ استدلال فرماتے ہیں قرآن سے کہ: وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَھُوْرًا۔ترجمہ: اور ہم نے اتارا آسمان سے پاک پانی کو۔کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانی کو پاکی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ استدلال فرماتے ہیں کہ پانی کو پاکی کا ذریعہ اسلئے قرار دیا ہے کہ اسکی ذریعہ ازالۃ النجاسۃ ہوتا ہے۔اور یہ معنی جن چیزوں میں پایا جائیگا ان چیزوں سے پاکی حاصل کر سکتے ہیں جیسے: سرکہ،عرق گلاب وغیرہ۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حکم بدن اور کپڑے کیلئے ہے جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ کپڑے کیلئے ہے بدن کیلئے نہیں۔

نجاست اگر چمڑے کے موزوں پر لگ جائے اور وہ نجاست جسم والی ہے اور وہ موزوں پر خشک ہوگئی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک۔موزوں کو زمین پر رگڑ دیا جائے تو موزے پاک ہو جائینگے،تو انکو پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔جبکہ دیگر ائمہؒ کے نزدیک موزوں کو پانی سے پاک کرنا پڑے گا وہ یہ کہتے ہیں کہ نجاست اس میں سرایت کر چکی لہذا وہ دھوئے بغیر پاک نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: موزے ٹھس ہیں ان میں نجاست سرایت نہیں کر سکتی اور اگر کچھ سرایت کر بھی گئی ہے تو خشک ہو جانے کے نتیجے میں وہ بھی باہر آ گئی ہے۔

منی بذات خود پاک ہے یا ناپاک اسمیں اختلاف ہے:

امام شافعیؒ کے نزدیک منی پاک ہے اور وہ استدلال کرتے ہیں۔ ۱۔حضرت عائشہؓ کی روایت سے:

كُنتُ أُفرِكُ المَنِيَّ مِنْ ثَوبِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي وَلَا يَغسِلُهُ۔ میں نبی کریم ﷺ کے کپڑوں سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھی آپ ﷺ انہیں کپڑوں میں نماز پڑھا کرتے اور دھوتے نہیں۔ ۲۔ منی انسان کا اصل ہے جب انسان پاک ہے تو اسکا اصل بھی پاک ہے۔ ۳۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا اس کپڑوں کے بارے میں جسکو منی لگ چکی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ النُّخَاطِ وَالبُصَاقِ وَاَنْ يَكْفِيكَ اَنْ تَمْسَحَه بِخِرْقَةٍ اَوْ بِاِذْخِرَةٍ۔ کہ منی بمنزلہ ناک کی رینٹ اور بلغم کے ہے اور تمہارے لیے کافی ہے کہ تم اسکو کھرچ لو کپڑے سے یا گھاس سے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کے منی ناپاک ہے اور وہ استدلال کرتے ہیں۔ ۱۔ حضرت عائشہؓ کی روایت سے:

كُنتُ اَغسِلُ المَنِيَّ مِنْ ثَوبِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَالبَلَلِ عَلٰى ثَوبِهِ۔

میں نبی کریم ﷺ کے کپڑوں سے منی دھوتی اور آپ ﷺ نماز کیلئے تشریف لے جاتے تو آپکے کپڑوں پر تری کے اثرات ہوتے۔

۲۔ حضرت عمارؓ کو نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ اپنے کپڑے دھو رہے ہیں بلغم کے لگ جانے کی وجہ سے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا يُغسَلُ الثَّوبَ مِنْ خَمسٍ: مِنَ البَوْلِ وَالغَائِطِ وَالدَّمِ وَالمَنِيِّ وَالقَيِ۔

کہ کپڑوں کو دھویا جاتا ہے پانچ چیزوں کی وجہ سے خون، پیشاب، پاخانہ، منی اور قے۔ نبی کریم ﷺ نے منی کو ناپاک چیزوں کے ساتھ ذکر فرمایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ منی ناپاک ہے۔

امام شافعیؒ کیلئے جوابات: نبی کریم ﷺ نے خرچنے کا حکم فرمایا یہ خود اس بات کی دلیل ہے منی ناپاک ہے ورنہ خرچنے کا حکم نہ فرماتے۔ باقی آپ نے جو یہ بات کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منی بمنزلہ بلغم کے ہے یہ اسکی تشبیہ پاک کے اندر نہیں بلکہ چکناہٹ کے اندر ہے۔

زمین پر اگر نجاست گر جائے تو کیا اسپر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

زمین پر اگر نجاست لگ جائے اور دھوپ سے خشک ہو جائے تو اس جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہے امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ) کے نزدیک۔ جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس جگہ کو پانی سے پاک کیا جائیگا۔

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذَكَاةُ الْاَرْضِ يُبْسُهَا، زمین کی پاکی اسکا خشک ہو جانا ہے۔

نجاست کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ نجاست مغلظہ / نجاست غلیظہ ۲۔ نجاست مخفّفہ / نجاست خفیفہ

اسکی تعریف میں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نجاست مغلظہ وہ ہے جسکا نجس ہونا نصّ قطعی سے ثابت ہو۔ اور اسکے مقابل میں کوئی نص معارض نہ ہو۔

نجاست مخففہ وہ ہے جسکا نجس ہونا نص سے ثابت ہو لیکن وہ نص ظنی ہو یا اسکے مقابل میں نص معارض ہو۔

صاحبینؒ کے نزدیک نجاست مغلظہ وہ ہے جسکا نجس ہونا اجماع سے ثابت ہو یعنی تمام ائمہ کا اتفاق ہو نجس ہونے پر۔

نجاست خفیفہ وہ نجاست ہے جسکے نجس ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہو۔

ثمرہ اختلاف: مثال کے طور پر گوبر۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ نجاست مغلظہ میں سے ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک خفیفہ میں سے ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ گوبر نجس قرار نہیں دیتے۔

مسئلہ: نجاست مغلظہ جیسے خون، پیشاب، پاخانہ اور شراب اسکے اندر اگر کسی آدمی کے ایک درھم کے برابر نجاست لگی ہوئی ہو۔ تو اسکے لگے ہونے کے باوجود نماز پڑھنا درست ہے ہاں البتہ اگر ایک درھم سے زیادہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو پھر نماز اسکے ساتھ نہیں ہوگی۔

نجاست مخففہ جیسے ماکول اللحم (حلال) جانوروں کا پیشاب۔ نجاست مخففہ چوتھائی کپڑے سے کم اگر نجاست لگی ہو تو نماز پڑھی جاسکتی ہے لیکن اگر چوتھائی کپڑے کی مقدار کو پہنچ جائے تو نماز درست نہیں۔

نجاست دھونے کا طریقہ: نجاست اگر مرئیہ ہے جیسے پاخانہ وغیرہ تو ایسی صورت میں اس نجاست کو زائل کرنا ضروری ہے اور اس وقت تک دھویا جائے جب تک نجاست کا عین زائل نہ ہو جائے پھر چاہے اسکا رنگ باقی رہے تو کوئی حرج نہیں۔

اور نجاست اگر غیر مرئیہ ہے جیسے پیشاب۔ اس نجاست کو اس طرح پاک کیا جائیگا۔ کہ اس وقت تک دھویا جائیگا جب تک کہ دھونے والے کو اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ یہ پاک ہے۔ اور علماء نے اسکی مقدار تین دفعہ دھونا اور نچوڑنا بھی رکھی ہے۔

استنجاء: یعنی پاکی حاصل کرنا ڈھیلوں سے ہمارے نزدیک ڈھیلوں سے اور پتھر اور ٹشو پیپر سے کرنا سنت ہے۔ اور اسکے بعد پانی کا استعمال کرنا افضل ہے۔ استنجاء کرنے میں ہمارے نزدیک کوئی عدد مقرر نہیں جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک تین کا عدد فرض ہے، اور وہ استدلال فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اِذَا اَتیٰ اَحَدُکُمُ الغَائِطَ فَلْیَسْتَنْجِ بِثَلَاثَۃِ اَحْجَارٍ۔

امام ابوحنیفہ استدلال فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ اِسْتَجْمَرَ فَلْیُوتِرْ وَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ۔

جو استنجاء کرے اسکو چاہئے تین دفعہ کرے جسنے ایسا کیا تو اچھا کیا اور نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔

نوٹ: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو تین پتھر نہ ملیں تو تو تین کونوں والے پتھر سے تین دفعہ کرے۔

کتاب الصلوٰۃ

صلوٰۃ لغت میں:

دعاء، ثناء، آگ میں جلانا اور سرین کو ہلانے کو کہتے ہیں۔

اصطلاح میں:

ارکان مخصوصہ کی ادائیگی کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ اور نماز کو صلوہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ اسکے اندر دعاء، ثناء، ہلنا جلنا اور نماز کی برکت سے گناہوں کا

قرآن کریم سے نماز کا ثبوت:

اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ۔

حدیث سے نماز کا ثبوت:

اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ خَمْسَ صَلٰوتٍ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ۔

پانچ نمازوں کا ثبوت:

۱۔حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ یعنی نمازوں کا اہتمام کرو اور حفاظت کرو اور خصوصیت کے ساتھ درمیانی نماز کا اہتمام کرو۔

درمیان اسی وقت متحقق ہوگا جبکہ اسکے دونوں سروں پر برابر برابر عدد ہو لہٰذا دو نمازیں شروع کی اور دو نمازیں آخر کی ہونگی۔ تو ہی جا کر درمیانی نماز ہوسکتی ہے۔ لہذا وسطیٰ والی نماز عصر کی ہوئی، اسکے شروع میں دو نمازیں فجر، ظہر اور آخر میں مغرب، عشاء۔ اللہ تبارک تعالی نے صلوٰت جمع کو ذکر کیا ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ شروع میں صلوات سے تین نمازیں مراد نہیں لی جاسکتی کیونکہ صلوۃ الوسطی تین عدد کے اندر بن نہیں سکتا کیونکہ صلوۃ اور صلوٰۃ الوسطی الگ الگ ہیں۔

۲۔فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (فجر) وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (عصر) وَمِنْ آنَاءِ الَّيْلِ (مغرب، عشاء) وَاَطْرَافَ النَّهَارِ (ظہر)۔

فجر کی نماز کا افضل وقت کونسا ہے اس میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک روشن کر کے پڑھنا افضل ہے جس کو اسفار کہتے ہیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی نماز غلس (اندھیرا) میں پڑھنا افضل ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: قال النبی ﷺ: اَسفِرُوا بِالفَجرِ فَانّہ اَعظَمُ لِلاَجرِ۔

امام شافعیؒ استدلال فرماتے ہیں: حضرت عائشہؓ کی روایت سے: کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّی الصُّبحَ فَتَنصَرِفُ النِّسَاءِ مُتَلَفِّفَاتٌ بِمُرُوطِھِنَّ فَلَا یُعرَفنَ مِن الغَلَسِ۔ ترجمہ: نبی کریم ﷺ فجر کی نماز پڑھاتے عورتیں اپنے گھروں کو لوٹتی اس حال میں کہ وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی۔ پہچانی نہیں جاتی۔

ظہر کا افضل وقت:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سردیوں میں جلدی نماز پڑھنا افضل ہے اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنا افضل ہے۔ جس کو ابراد کہتے ہیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک سارا سال ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے، امام شافعیؒ استدلال فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضور ﷺ کو ظہر کی جو امامت کروائی تھی وہ اول وقت میں کروائی تھی۔

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اَبرِدُوا بِا لظُّھرِ فَاِنَّ شِدّۃَ الحَرِّ مِن فَیحِ جَھَنّم۔ ترجمہ: ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی وجہ سے ہے۔

۲۔ حضرت انسؓ: جب ان سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نماز کیسے پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: اِذَا اشتَدَّ البَردُ بَکَرَ بِالصَّلوٰۃِ وَاِذَا اشتَدَّ الحَرَّ اَبرَدَ بِالصَّلوٰۃِ۔

جب سردی زیادہ ہوتی تو آپ ﷺ نماز جلدی پڑھتے اور جب گرمی زیادہ ہوتی تو آپ ﷺ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے۔

ظہر کا آخری وقت:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا آخری وقت دو مثل ہے سایہ اصلی کے علاوہ۔ جبکہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک ظہر کا آخری وقت ایک مثل تک ہے سایہ اصلی کے علاوہ۔ یہ حضرات استدلال فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے حضور ﷺ کو عصر کی امامت کروائی ایک مثل اول کے بعد۔

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت سے: کہ ایک موقع پر ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے تو حضرت بلالؓ نے اذان دینے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اَبۡرِدۡ پھر ارادہ فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا اَبۡرِدۡ پھر ارادہ کیا تو فرمایا اَبۡرِدۡ۔حَتّٰی رَاَیۡنَا فَیۡءَ التَّلُوۡلِ۔ یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ شِدّتَ الحَرِّ مِنۡ فِیۡحِ جَہَنَّمَ۔

عرب میں ٹیلوں کا سایہ ایک مثل کے بعد زمین پر پڑھتا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ ایک مثل کے بعد بھی ظہر کا وقت رہتا ہے۔

امام شافعیؒ و مالکؒ وصاحبینؒ کو جواب:

کہ امامت جبرئیلؑ والی حدیث مقدم ہے اور ہماری حدیث مؤخر ہے لہذا یہ ناسخ ہوئی۔اور آپ کی حدیث منسوخ ہوئی۔

نوٹ: ایک مثل کے بعد سے دوسرے مثل تک کا وقت امام شافعیؒ وغیرہ کے ہاں مھمل ہے۔

مغرب کا وقت:

امام شافعیؒ کے نزدیک صرف اتنا سا ہے کہ صرف اذان واقامت دی جائے اور پانچ رکعتیں پڑھی جائیں۔وہ استدلال فرماتے ہیں امامت جبرئیلؑ والی روایت سے کہ دونوں دن جبرئیلؑ نے غروب آفتاب کے فوراً بعد پڑھاتے۔

امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کے نزدیک غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔اور غروب شفق تک رہتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَوَّلُ وَقۡتِ الۡمَغۡرِبِ حِیۡنَ تَغۡرُبُ الشَّمۡسُ وَاٰخِرُ وَقۡتِہَا حِیۡنَ تَغِیۡبُ الشَّفَقَ۔

شفق کی مراد:

صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد حمرۃ ہے یعنی سرخی۔وہ استدلال فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلشُّفُقُ ہِیَ الۡحُمۡرَۃُ۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفق سے وہ سفیدی مراد ہے جو کہ حمرۃ کے بعد افق پر پھیلتی ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مغرب کا وقت اس وقت تک باقی ہے :حَتّٰی اِسۡوَدَّ الۡاُفُق۔جب تک کہ سیاہی نہ پھیل جائے۔اور سیاہی پھیلتی ہے سفیدی کے بعد نہ کہ لالی کے بعد۔

وتر کا وقت:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشاء کا وقت ہی وتر کا وقت ہے۔اور عشاء کی نماز کے بعد وتر کا درجہ واجب کا ہے۔یعنی اسمیں ترتیب کی کوئی

ضرورت نہیں۔صاحبین کے نزدیک وتر کا وقت عشاء کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔اور وتر کا درجہ سنتوں کا ہے۔یعنی عشاء اور وتر میں ترتیب واجب ہے۔

باب الاذان

اذان لغت میں: اعلان کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاح شرعیہ میں: مخصوص الفاظ مخصوص اوقات کے اندر پڑھنے کا نام اذان ہے۔

اذان کی مشروعیت: ایک روایت کے مطابق ۱ھ اور ایک روایت کے مطابق ۲ھ۔ نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو جب صحابہ کرامؓ کی تعداد بڑھ گئی تو نماز کے اعلان کیلئے مشورہ کیا گیا۔

تو کسی نے کہا: اَلصَّلٰوۃُ الْجَامِعَۃُ۔ اور کسی نے مشورہ دیا کہ ناقوس بجایا جائے، لیکن یہ چونکہ یہودیوں کا شعار تھا اسلئے ناپسند کیا گیا۔ پھر کسی نے کہا: نماز کے وقت آگ لگائی جائے لوگ روشنی دیکھ کر جمع ہو جائینگے، لیکن چونکہ اس میں مجوسیوں سے مشابہت تھی۔ حتیٰ کہ ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک صحابی عبداللہ بن زید الانصاریؓ نے ایک خواب دیکھا، خواب سنانے کیلئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب سنایا: کہ ایک فرشتہ سبز چادر میں ملبوس مدینہ کی دیوار پر کھڑا ہو گیا اور اسنے اذان والے کلمات پڑھے۔ اتنے میں حضرت عمر ابن خطابؓ چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے لیکن عبداللہؓ خواب بیان کرنے میں سبقت لے گئے۔

اذان کے یہ کلمات ایک روایت کے مطابق حضرت جبرئیل امینؑ نے لَیْلَۃُ الْاِسْرَاء میں پڑھے تھے اور امامت کرنے کے وقت اقامت کے کلمات پڑھے تھے تو لہذا نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ کو بلا کر یہ کلمات سکھائے۔ اور موذن مقرر فرمایا۔ بس اس وقت سے اذان نماز سے پہلے اذان دی جانے لگی۔

الصلوٰۃ خیر من النوم:

حضرت بلالؓ نے ایک دفعہ اذان دی اور نبی کریم ﷺ کو اٹھانے کیلئے تشریف لائے۔تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی ہے۔تو آپؓ نے فرمایا الصلوٰۃ خیر من النوم۔ نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے اور فرمایا کیا ہی اچھے کلمات ہیں اسکو حی علی الفلاح کے بعد اذان کا حصہ مقرر کردو۔

لا ترجیع فی الاذان:

ترجیع کہتے ہیں: شہادتین کو دومرتبہ آہستہ کہا جائے۔اور دومرتبہ زور سے کہا جائے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک اذان کے اندر ترجیع مسنون ہے۔اور وہ استدلال فرماتے ہیں ابومحذورہؓ کی اذان سے کہ اسکے اندر ترجیع تھی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ترجیع مسنون نہیں۔وہ استدلال کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن زیدؓ، بلال حبشیؓ اور فرشتوں کی اذانوں سے۔باقی ابومحذورہ کی اذان کا جواب دیتے ہیں وہ تعلیماً تھا۔

لا یُوَذِّنُ لِصَلٰوۃٍ قَبْلَ وَقْتِھَا:

کہ وقت سے پہلے کوئی اذان نہیں دی جائیگی۔البتہ امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دی جا سکتی ہے۔وہ استدلال فرماتے ہیں حضرت بلالؓ کی اذان قبل از وقت فجر سے۔

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے جسمیں حضور ﷺ نے فرمایا: لا یَغُرَّنَّکُمْ اَذَانَ الْبِلَالِ وَ الْفَجْرِ مُسْتَطِیْلٌ۔باقی حضرت بلالؓ کی اذان کا جواب دیتے ہیں کہ وہ تہجد کی اذان ہوتی تھی نہ کہ فجر کی۔

الاقامۃ:

اقامت کے اندر اذان ہی کے کلمات پڑھے جائینگے، جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک کلمات ایک ایک دفعہ پڑھے جائینگے۔

ہم استدلال فرماتے ہیں: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَلْاِقَامَۃُ مِثْلُ الْاَذَانِ مَثْنیٰ مَثْنیٰ۔

باب صفة الصلوٰة
وَيَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔ اسلئے بسم اللہ کو آہستہ پڑھا جائیگا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک تسمیہ سورہ فاتحہ کا جز ہے اسلئے سورہ فاتحہ کی طرح اسکو بھی زور سے پڑھا جائیگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: حضرت عبداللہ ابن مغفل فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے اور ابوبکرؓ اور عمر خطابؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے فاتحہ کے ساتھ کبھی بھی تسمیہ جہراً نہیں پڑھی۔

مسئلہ:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک آیت کا پڑھنا رکن نماز میں سے ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ کا پڑھنا رکن نماز میں سے ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ اور ضم سورہ رکن نماز میں سے ہے۔

اذ قال الامامُ ولا الضآلين قال اٰمين:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام ولا الضالین پڑھے گا۔ اور مقتدی آمین پڑھے گا کیونکہ حدیث میں آتا ہے: اِذْ قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّيْن قُوْلُوْا آمِيْن۔ اس سے تقسیم سمجھ میں آتی ہے لیکن احناف کا صحیح قول یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں گے کیونکہ حدیث میں آتا ہے: اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا۔

آمین بالجهر:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آمین آہستہ کہا جائیگا کیونکہ حدیث میں آتا ہے: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ: چار چیزیں جن کا اخفاء کیا جائیگا: ۱۔التعوذ ۲۔والتسمیۃ ۳۔والتشهد ٤۔وآمین۔

امام شافعیؒ کے نزدیک آمین زور سے کہا جائیگا وہ اسکو قرآت کے اوپر قیاس کرتے ہیں۔

وسجد علی انفہ و جبتہ:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنا افضل ہے۔ البتہ اگر ان دو میں سے کسی ایک پر اقتصار کرلیا تو سجدہ ہوجائیگا۔ صاحبین کے نزدیک بغیر عذر کے پیشانی کا سجدہ چھوڑا نہیں جاسکتا کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پہ سجدہ کروں اسمیں پیشانی کو خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

وَلا یَرفَعُ یَدَیۡہِ اِلَّا فی التکبیرۃ الاولیٰ:

اس مسئلہ کا عنوان ہے: مسئلہ رفع یدین۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک رفع یدین صرف تکبیر اولیٰ کے وقت کرا جائیگا۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک قبل الرکوع اور بعد الرکوع بھی کیا جائیگا۔

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ استدلال فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے وقت دیکھا کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین فرماتے اور جب رکوع میں جاتے اور اٹھتے تو اس وقت بھی رفع یدین فرماتے۔

دلائل امام اعظم ابوحنیفہؒ:

۱۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک موقع پر اپنے شاگردوں سے فرمایا: اَلَا اُصَلِّی بِکُمۡ صَلوٰۃَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ۔ کہ میں تم کو حضور ﷺ کے جیسی نماز پڑھنا نہ سکھادوں، پھر آپ نے نماز پڑھی فلم یرفع یدیہ الا فی الاستفتاح۔ کہ آپ نے سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہیں فرمایا۔

۲۔ حدیث میں آتا ہے: حضرت جابر ابن سَمُرَہؓ نقل فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نماز پڑھ رہے تھے، اور اسمیں رفع یدین کررہے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے ہم کو دیکھ کر فرمایا: مَا لِیۡ اَرَاکُمۡ رَافِعِیۡ اَیۡدِیۡکُمۡ کَاَذۡنَابِ خَیۡلٍ شُمُسٍ اُسۡکُنُوۡا فِی الصَّلوٰۃِ۔ کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں ہاتھ ایسے اٹھا رہے ہو جیسے بِدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

۳۔ حضرت برا ابن عاذبؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی، فلم یرفع یدیہ الا فی اول المرّۃ۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قَانِتِیۡن ،اَیۡ ساکنین۔ یعنی اللہ کیلئے سکون سے کھڑے ہوجاؤ۔

﴾وجوہات ترجیح﴿

۱۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت کے تمام راوی افقہ ہیں جبکہ عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت کے راوی افقہ نہیں ہیں۔
۲۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول اوفق بالقرآن ہے۔
۳۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت کے اندر تعارض اور تضاد نہیں ہے جبکہ عبداللہ ابن عمرؓ سے رفع اور عدم رفع دونوں منقول ہے۔
۴۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت پر تمام اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا تعامل اس پر ہے۔

الوتر:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر واجب ہے۔جبکہ امام شافعیؒ،امام مالکؒ،امام احمد بن حنبلؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر سنت موکدہ ہے۔
امام ابوحنیفہؒ کے دلائل:۱۔حضرت علیؓ نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا(ثلاثاً یعنی تین مرتبہ فرمایا)وتر واجب ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔
۲۔حضرت ابوسعید خدریؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِہٖ اَوْ نَسِیَ فَلْیُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ اَوْ ذَکَرَہٗ۔جو وتر پڑھنے سے رہ جائے اور سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو وتر کی قضا کرے جب سو کر اٹھے یا جب یاد آجائے۔(قضا واجب کی ہوتی ہے سنت کی نہیں اس سے ثابت ہوا کہ وتر واجب ہے)
۳۔حضرت علیؓ کا ارشاد ہے: فَاَوْتِرُوْا یَا اَھْلَ الْقُرْآن،اے قرآن والوں وتر پڑھا کرو۔(و الامر للوجوب)
باقی ائمہ کا استدلال(امام شافعیؒ،امام مالکؒ،امام احمد بن حنبلؒ اور صاحبین):حدیث شریف میں آتا ہے: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْوِتْرُ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلَوَاتِکُمُ الْمَفْرُوْضَۃ۔کہ وتر واجب نہیں ہے جس طرح کہ تمہاری فرض نمازیں۔اس حدیث کی توجیہ احناف کی طرف سے:اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے وتر کے واجب ہونے کی نفی نہیں فرمائی ہے، بلکہ اس میں وتر کی فرضیت کی نفی کی گئی ہے۔

تعداد رکعت وتر:

احادیث کے ذخیرہ کے مطالعہ کر لینے کے بعد جو بات سامنے آئی ہے کہ ایک رکعت سے لے کر سترہ رکعات تک وتر کی تعداد نقل کی گئی ہے۔
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس میں تطبیق اس طرح فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ تہجد کی نماز شروع کرنے سے پہلے دو رکعتیں خفیفتین پڑھتے پھر اسکے بعد آٹھ رکعتیں تہجد کی طویل قرآت کے ساتھ پڑھتے پھر اسکے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے پھر اسکے بعد تین رکعت وتر کی پڑھتے پھر صبح صادق کے بعد دو رکعت فجر کی سنتوں کی پڑھتے۔

تو راوی نے ساری رکعتوں کو جمع کر کے یوں کہہ دیا اَوْتَرَ بِسَبْعِ عَشَرَ رَکْعَتاً۔ اور بعض راوی نے شروع دو رکعتیں چھوڑ کر یوں کہہ دیا اوتر بخمس عشر رکعتاً۔ اور بعض راوی نے تہجد کی بعد والی رکعتیں چھوڑ کر یوں کہہ دیا اوتر بثلاث عشر رکعتاً۔ اور بعض راویوں نے سنتوں کو چھوڑ دیا اور یوں کہہ دیا اوتر باحدیٰ عشر رکعتاً۔ اور بعض راوی نے صرف وتر کی تین رکعتوں کو نقل کر کے اوتر بثلاث رکعات اور بعض راوی تہجد کے تسلسل کے اندر چونکہ ایک رکعت کا اضافہ کیا گیا تین رکعت کر کے وتر کی نماز پڑھ لی گئی تو اس راوی نے اوتر بر کعتٍ کہہ دیا۔ (رواہ البخاری و المسلم)

اصل قول یہ ہے کہ وتر کی تین ہی رکعتیں ہیں ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ اسمیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کی وتر کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضور ﷺ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ دوسری رکعت میں سورہ کافرون اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھتے۔ اس روایت سے معلوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ وتر کی تین رکعت پڑھتے اور ایک سلام کے ساتھ پڑھتے۔ اگر کوئی خلاف معمول بات ہوتی تو حضرت عائشہؓ ضرور بیان فرماتیں کہ آپ ﷺ دو رکعت پڑھ کے سلام پھیر دیتے پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھتے۔

لا یقرا الموتمّ خلف الامام: احناف کے نزدیک امام کے پیچھے قرآت نہیں کی جائیگی۔ جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھی جائیگی۔

امام شافعیؒ استدلال فرماتے ہیں عبادہ ابن صامدؓ کی روایت سے کہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے کچھ لوگ تلاوت کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَاِنَّه لَا صَلوٰةَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَئُوْھَا۔ کہ تم قرآت نہ کرو مگر سورہ فاتحہ کی۔ اسلئے اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔

امام ابوحنیفہؒ کے دلائل:

۱۔ وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَه وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْن۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش ہو جاؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور فرمایا: اِذَا کَبَّرَ الْاِمَامُ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا۔ جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب امام قرآت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔

۳۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک موقع پر لوگوں کو امامت کروائی تو کچھ لوگ آپکے پیچھے تلاوت کر رہے تھے۔ آپ نماز سے جب فارغ ہونے لگے تو فرمانے لگے: اَمَا اٰنَ لَکُمْ اَنْ تَفْقَهُوْا۔ (ثلاثاً) کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم بات کو سمجھو۔ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَه وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْن(الآية)فَانْتَهٰى النَّاسُ عَنِ الْقِرَائَة۔

۴۔حضرت ابوہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے تو کسی نے آپ کے پیچھے قرآت کرنا شروع کردی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ناگواری سے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی میرے پیچھے تلاوت کررہا تھا ایک نے کہا نعم میں کررہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَا لِی اُنَازِعُ فِی الْقُرْآن۔ جب ہی میں کہہ رہا تھا کہ مجھ سے کون لڑرہا ہے قرآن پڑھنے میں۔ فَانْتَهٰى النَّاسُ عَنِ الْقِرَائَة۔

۵۔علامہ عینیؒ نے اسّی صحابہ کرامؓ سے عدم قرآت خلف الامام نقل کیا ہے۔ جن میں خلفاء اربعہؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ، حضرت زیدؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت سعدؓ جیسے جلیل القدر صحابی شامل ہیں۔

۶۔حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَ لَه اِمَامٌ فَقِرَائَتُ الْاِمَامِ قِرَائَت لَه۔ جسکا امام ہے پس امام کی قرآت اسکے لیے کافی ہے۔

﴿توجیہ﴾: حضرت عبادہ ابن صامدؓ کی روایت سے آپ جو استدلال کررہے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ یہ حکم منفرد کیلئے ہے مقتدی مع الامام کیلئے نہیں۔ حضرت علامہ ابن انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے اندر ایک اور لفظ بھی آتا ہے (فصاعداً) جسکے معنی ہے سورہ فاتحہ اور اور کوئی سورہ حالانکہ آپ صرف سورہ فاتحہ کے قائل ہیں۔ روایت کی روح سے ضم سورہ بھی لازم ہونا چاہئے۔ فما جوابکم فھوا جوابنا۔

باب الجماعة

فَاِنْ قَامَتْ اِمْرَاَةٌ اِلىٰ جَنْبِ رَجُلٍ:

اس مسئلہ کا عنوان ہے: محاذاۃ کا مسئلہ یعنی مرد اور عورت ایک ساتھ کھڑے ہوجائیں نماز پڑھنے میں تو آیا نماز ہوجائیگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک نماز ہوجائیگی۔ وہ استدلال فرماتے ہیں قیاس سے کہ جو عورت مرد کے پہلو میں کھڑی ہوئی ہے اسکی نماز جب فاسد نہیں ہوئی تو اس کی وجہ سے مرد کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ تو عورت کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ لیکن اس عورت کی وجہ سے مرد کی نماز فاسد ہوجائیگی۔ کیونکہ

:قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَخِّرُوهُنّ مِن حَیثُ اَخَّرَ هُنّ اللّٰہ۔ عورتوں کو پیچھے رکھو جیسا کہ اللہ نے انکو پیچھے رکھا ہے۔ لہذا مرد کی نماز اس حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی۔

محاذات کی شرائط:

۱۔عورت عاقلہ ہو۔

۲۔عورت بالغہ ہو یا مشتہات ہو۔

۳۔رکوع سجدے والی نماز ہو۔

۴۔مرد اور عورت کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

۵۔دونوں کی نماز ایک ہو۔

۶۔دونوں ایک رکن کی مقدار ساتھ شریک ہوں۔

۷۔تکبیر تحریمہ کے ساتھ شریک ہو۔

۸۔امام نے مرد اور عورت دونوں کی نیت کی ہو۔

یہ آٹھ شرائط پائی جائینگی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائیگی محاذات کی وجہ سے۔

ولا یصلی الطاھر خلف من به سَلَسُ البولِ:

اس مسئلہ کا عنوان ہے: ثمانیة مسائل ان تمام مسئلوں کیلئے ایک اصول ہے: اقویٰ کی بنا اضعف پر نہیں ہوسکتی اور اضعف کی بنا اقویٰ پر ہوسکتی ہے۔

ویکرہ لنساء حضور الجماعة (عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا جائز ہونا جائز ہے یا نا جائز ہے)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورتوں کا جو کہ نوجوان ہیں جماعت میں حاضر ہونا مطلقاً نا جائز ہے، مکروہ ہے البتہ بوڑھی عورتوں کا مغرب، عشاء اور فجر میں نکلنے میں کوئی حرج نہیں۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ بوڑھی عورتوں کا تمام نمازوں میں نکلنا جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ بوڑھی عورت کے نکلنے میں فتنہ کا خطرہ نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: لِکُلِّ سَاقِطٍ لَاقِطٍ۔ ہرگری پڑی چیز کا کوئی نہ کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے۔ لہذا ظہر اور عصر میں بدمعاش لوگ بدمعاشی کیلئے بیٹھے ہوتے ہیں۔ لہذا ظہر اور عصر میں نکلنا درست نہیں۔ لیکن موجودہ زمانے چاہے بوڑھی ہو یا جوان ہو۔ اسکا جماعت کے اندر حاضر ہونا جائز نہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے: وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ۔ یہ آیت منافقین کہ بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ منافقین نماز میں نکلنے والی عورتوں کی طاق میں رہتے تھے اور تھوڑا ٹھہر کر نماز میں آتے تھے تاکہ عورتوں کو دیکھنے کا موقع مل جائے۔

مسائل اثنا عشر: وان سبقه الحدث بعد ما قعد: یہ بارہ مسائل ہیں اس میں صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز سے مقتدی کا اپنے عمل سے باہر آنا واجب ہے۔ جسکو فقہ کی اصطلاح میں خروج بفعل المصلی کہتے ہیں۔

صاحبین کے نزدیک تشہد کی مقدار بیٹھ لینے سے نماز پوری ہوجاتی ہے۔ وہ استدلال فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو نبی کریم ﷺ نے تشہد سکھلایا۔ اور اسکے بعد فرمایا: اِذَا قُلْتَ هٰذَا اَوْ فَعَلْتَ هٰذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ۔ کہ تم نے جب تشہد پڑھ لیا یا تشہد کی مقدار بیٹھ گئے تو تمہاری نماز پوری ہوگئی۔

جبکہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مصلی کا اپنے عمل سے نماز سے باہر آنا اور درود شریف اور درود کے بعد والی دعاء اور سلام پھیرنا ابھی باقی ہے لہذا ان بارہ مسائل میں نماز فاسد ہوجائیگی۔

نوٹ: امام شافعیؒ کے نزدیک لفظ سلام سے نماز سے باہر آنا فرض ہے وہ فرماتے ہیں تَحْرِیْمُهَا التَّکْبِیْرُ وَ تَحْلِیْلُهَا التَّسْلِیْمُ۔

مسائل بناء: فان سبقه الحدث: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین شرائط کے ساتھ سابقہ نماز پر بنا کی جاسکتی ہے حدث لاحق ہونے کی صورت میں البتہ استیناف افضل ہے۔ یعنی نئے سرے سے نماز پڑھنا افضل ہے۔ وہ استدلال فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ قَاءَ اَوْ رَعُفَ اَوْ اَمْذیٰ فَلْیَنْصَرِفْ وَلْیَتَوَضَّاءُ وَلْیَبْنِ عَلٰی صَلٰوتِه مَالَمْ یَتَکَلَّمْ: جس کسی کو الٹی آئے یا نکسیر پھوٹی یا مذی نکل گئی تو وہ نماز سے پھر جائے، وضو کرے اور اپنی سابقہ نماز پر بنا کرلے جب تک بات چیت نہیں کی۔

نوٹ: یہ بات بناء والی چونکہ خلاف القیاس لہذا صرف انہی چیزوں میں بنا کی اجازت ہوگی جسکا ذکر حدیث میں آیا ہے اور جسکا ذکر حدیث میں نہیں آیا وہ چیز لاحق ہونے کی صورت میں نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ مثلاً نماز میں قہقہہ مار کے ہنسے یا بے ہوش ہوگیا تو ایسی صورت میں سابقہ نماز پر بنا نہیں کی جائیگی۔ استیناف ہی کیا جائیگا۔

بناء کی تین شرائط:

۱۔حدث ان احداث میں سے ہوجسکا ذکر حدیث میں آیا ہے مثلاً قے ،نکسیر ،مذی کا نکلنا۔

۲۔رکوع سجدہ والی نماز ہو۔

۳۔نماز کے منافی کوئی کام نہ کرے اور نہ ہی بلاضرورت بیچ میں رکے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک بناء نہیں کی جائیگی بلکہ نماز کا اعادہ ہی کیا جائیگا وہ قیاس سے استدلال کرتے ہیں۔

وان تکلم فی صلوٰته ساھیاً الخ:

نماز کے اندر بات کرنا: امام شافعیؒ کے نزدیک بھولے سے بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی وہ استدلال فرماتے ہیں: رُفِعَ عَنۡکُمُ اَلۡخَطَاُ وَ اَلنِّسۡیَانُ۔ تم سے خطا اور بھول معاف کردی گئی ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک اصلاح نماز کیلئے گفتگو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ وہ استدلال فرماتے ہیں: حدیث ذوالیدینؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کی نماز ایک رکعت کم پڑھائی تو حضرت ذوالیدینؓ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جواب دینے کے بعد ایک رکعت مزید پڑھائی پھر سلام پھیر دیا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز کے اندر نہ تھوڑی نہ زیادہ نہ بھولے سے نہ جان بوجھ کر بات کرنے کی اجازت ہے۔

۱۔امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں: معاویہ ابن حکم السلمیؓ کی روایت سے کہ ایک صاحب نماز کے دوران آکر پوچھنے لگے کتنی رکعت ہوئی ہے۔تو کسی نے جواب نہیں دیا تو اسپر انہوں نے جواب مانگنے پر زور دیا جس پر صحابہ کرامؓ نا گواری کا اظہار کیا جس پر ان صاحب کو تعجب ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان کو سمجھایا:

اِنَّ صَلَاتَنَا ھٰذِہٖ لَایصلح فِیۡھَا شَیۡءٌ مِنۡ کَلَامِ النَّاسِ۔ کہ یہ ہماری نماز اسمیں لوگوں کی باتوں کی گنجائش نہیں ہے۔اِنَّمَا ھِیَ تَکۡبِیۡرٌ وَ تَسۡبِیۡحٌ وَ قِرَائَتٌ۔

۲۔قال النبی ﷺ: اَلۡکَلَامُ یَنۡقُضُ الصَّلٰوۃَ لَا الۡوُضُوۡءَ۔ کلام نماز کو توڑ دیتا ہے وضو کو نہیں توڑتا۔

باب سجود السھو

سجود السھو واجبۃ فی الزیادۃ والنقصان بعد السلام:

مسئلہ:

اگرکوئی نمازی فرض کی ادائیگی میں تاخیر کردے یا پھر واجب چھوڑ دے یا نماز کے اندر ایسی کوئی زیادتی کردے جو نماز کی جنس سے تو ہے لیکن یہ موقع اسکا نہیں۔ مثلاً: دو رکوع کردے یا سورہ فاتحہ چھوڑ دے یا دعاء قنوت چھوڑ دے وغیرہ وغیرہ تو اسکے ذمہ سجدہ سہو واجب ہے۔ جو کہ دو سجدہ ہیں۔

اب سجدہ سہو کب کیا جائیگا اسمیں اختلاف ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک: القاف للقاف والدال للدال (نقصان کی صورت میں قبل از سلام سجدہ کیا جائیگا مثلاً سورہ فاتحہ چھوڑ دی اور زیادتی کی صورت میں بعد از سلام سجد سہو کیا جائیگا مثلاً دو رکوع کرلئے)

امام شافعیؒ کے نزدیک چاہے نقصان ہو یا زیادتی ہو سجدہ سہو قبل از سلام کیا جائیگا وہ استدلال فرماتے ہیں حضرت عبداللہؓ کی روایت سے کہ نبی کریم ﷺ سے عصر کی نماز میں قعدہ اولیٰ چھوٹ گیا آپ ﷺ نے سجدہ سہو فرمایا قبل از سلام۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نقصان ہو یا زیادتی ہو بہرصورت بعد از سلام سجدہ سہو کیا جائیگا اس طور پر کہ تشہد پڑھ کر سیدھی طرف سلام پھیرا جائیگا۔ اور دو سجدہ کیے جائینگے۔ اور پھر تشہد درود شریف اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دیا جائیگا دو مرتبہ۔ وہ استدلال فرماتے ہیں حدیث ذوالیدینؓ سے کہ آپ ﷺ نے نماز کے آخر میں دو سجدہ فرمائے بعد از سلام۔

۲۔ حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ قال النبی ﷺ لِکُلِّ سَھْوٍ سِجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ۔ کہ ہر غلطی کیلئے دو سجدہ ہیں سلام کے بعد۔

امام شافعی کی دلیل کی توجیہ: ا۔ ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ دور کی وجہ سے سلام سن نہ سکیں ہوں۔

۲۔اصول حدیث کااصول ہے جب دوفعلی حدیثوں میں تعارض ہوجائے تو دونوں کوچھوڑ کرقولی حدیث کواختیار کیا جائیگااور ہمارے پاس حضرت ثوبانؓ کی قولی حدیث موجود ہے۔

مسئلہ:

امام کی غلطی کی وجہ سے مقتدی پرسجدہ سہولازم آئیگا۔لیکن مقتدی کی غلطی کی وجہ سے امام پرسجدہ سہولازم نہیں آئیگا۔اور جماعت کی برکت سے مقتدی پرسجدہ سہو لازم نہیں ہوگا۔

باب صلوٰۃ المسافر

سفرلغت کے اندر:

روشن ہونے اور مسافت طے کرنے کو کہتے ہیں اور اسفار روشن کرنے کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شرعیہ میں:

اَلسَّفَرُ الَّذِیْ یَتَغَیَّرُ بِہِ الْاَحْکَامُ۔ سفروہ ہے جسکے ذریعہ احکام متغیر ہوجائیں۔یعنی چاررکعت دورکعت بن جائے اورروزہ چھوڑنے کا اختیار مل جائے عیدین اور جمعہ ساقط ہوجائے۔

نوٹ ا:

طرفین کے نزدیک تین دن تین رات کی مسافت پرجانے کوسفرشرعی کہاجاتا ہے۔چونکہ ایک آدمی صبح صادق سے زوال تک پیدل یااونٹ پر سولہ کلومیٹر چلتاہے توجب سولہ کوتین سے ضرب دیں گےتو ۴۸ کلومیٹر بن جائیگا۔اسلئے علماءاحناف نے سفرشرعی کی مسافت ۴۸کلومیٹر بیان کی ہے۔

امام ابویوسفؒ نے دودن اورتیسرے دن کا اکثر حصہ چلنے والی مسافت کوسفرشرعی قرار دیا ہے۔

امام شافعیؒ نے ایک دن ایک رات کی مسافت چلنے کوسفرشرعی قراردیا ہے۔

امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے سات فرسخ کی مسافت کو سفر شرعی قرار دیا ہے۔

نوٹ ۲:

چلنے کا اعتبار پیدل چلنے اور اونٹ پر چلنے سے ہے۔ پانی میں چلنا، یا ہوائی جہاز میں چلنے کا اعتبار نہیں نیز سارا دن اور ساری رات چلنا مراد نہیں ہے بلکہ صبح صادق سے زوال تک چلنے کا اعتبار ہے۔

قصر نماز:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سفر میں قصر نماز پڑھنا واجب ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سفر میں قصر نماز مباح ہے اور رخصت ہے۔ لیکن چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔

امام شافعیؒ کے دلائل:

ا۔ امام شافعیؒ استدلال فرماتے ہیں قرآن کریم کی اس آیت سے: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ۔ کہ اس میں اللہ نے قصر کو اباحت کے ساتھ جوڑا ہے۔ کیونکہ لا جناح اباحت کیلئے آتا ہے۔

۲۔ حضرت عمر خطابؓ نے نبی کریم ﷺ سے قصر نماز کے بارے میں دریافت فرمایا کہ بعض دفعہ ہم کو سفر میں کوئی مشقت نہیں ہوتی کیا تب بھی ہم قصر کریں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا یہ قصر اللہ کا صدقہ ہے، اس صدقہ کو قبول کرو۔ تو معلوم یہ ہوا کہ صدقہ واجب نہیں ہوتا۔

امام ابو حنیفہؒ کے دلائل:

ا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ سفر کیا اور حضرت عمر خطابؓ حضرت عثمانؓ وغیرہ کے ساتھ بھی سفر کیا لیکن سب نے قصر نماز ہی پڑھی۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ارشاد فرماتیں ہیں کہ نماز ابتداً دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں۔ لیکن پھر بعد میں حضر کی نماز چار رکعت کر دی گئی اور سفر کی نماز دو رکعات ہی باقی رہ گئی۔

۳۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے حضر میں چار رکعت نمازیں فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعت فرض کی ہیں۔

امام شافعیؒ کی دلیل کی توجیہات:

۱۔لا جناح جہاں پر اباحت کیلئے آتا ہے تو وہیں یہ وجوب کیلئے بھی آتا ہے۔جیسے قرآن کریم میں ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔ کہ سعی حج وعمرے میں واجب ہے اسکے باوجود اسکو لا جناح کے ذریعہ ذکر کیا گیا۔

۲۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔ کے اندر قصر کی نفی نہیں ہے بلکہ اسکا تعلق صلوۃ خوف میں رکوع سجدہ کرنے یا نہ کرنے سے ہے۔

صدقہ والی روایت کی توجیہ:

نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر خطابؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا: فَاقْبَلُوْا هٰذِهِ الصَّدَقَة۔ اِقْبَلُوْا امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے۔لہذا جس روایت سے آپ استدلال کرنا چاہ رہے ہیں وہ حقیقت میں ہماری دلیل ہے۔

مسئلہ ۱:

امام اعظمؒ کے نزدیک سفر میں نیت کرنا شرط ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک سفر میں نیت کرنا شرط نہیں۔

مسئلہ ۲:

ایک آدمی اگر ۴۸ کلومیٹر کی مسافت پر جائے۔اور وہاں پر ۱۵ دن نیت کرلے ٹھہرنے کی یا زیادہ کی تو ایسی صورت میں یہ آدمی مقیم ہو جائیگا۔گویا کہ احناف کے ہاں اقامت کی مدت پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی ہے۔اور علماء احناف اسکو قیاس کرتے ہیں طہر کی مدت پر کہ جس طرح طہر موجب احکام ہے اسی طرح اقامت موجب احکام ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک اقامت کی مدت چار یوم ہے۔

مسئلہ ۳:

جمع بین الصلاتین (دو نمازوں کو جمع کرنا):

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمع بین الصلاتین حقیقتاً جائز نہیں البتہ صورتاً جائز ہے۔یعنی ظہر کی نماز آخری وقت میں پڑھی جائے اور عصر کی نماز اول

وقت میں پڑھی جائے اوراسی طرح مغرب کی نماز آخروقت میں پڑھی جائے اور عشاء کی نماز اول وقت میں پڑھی جائے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک جمع بین الصلاتین حقیقتاً سفر کی وجہ سے کی جائیگی یعنی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر پڑھ لی جائے۔اور مغرب کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ لی جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل:

قرآن کریم میں آتا ہے:اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَوْقُوتا۔

امام شافعیؒ استدلال فرماتے ہیں بخاری شریف کی روایت سے:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَجْمَعُ بَیْنَ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ علیٰ ظَھْرِ سَیْرِ السَّفرِ وَیَجْمَعُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔یعنی نبی کریم ﷺ دوران سفر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا کرتے تھے(رواہ البخاری)

مذکورہ بالا حدیث کی توجیہ:

کہ آپ ﷺ یہ جمع صورتاً فرماتے تھے حقیقتاً نہیں فرماتے تھے۔یہ حدیث اسی بات پر محمول ہے۔

اصول ۱:

سفر کے اندر اصل کی نیت کا اعتبار ہے فرع کی نیت کا اعتبار نہیں یعنی امیر کی نیت کا اعتبار ہے مامور کی نیت کا اعتبار نہیں اسی طرح شوہر کی نیت معتبر ہے بیوی کی نیت نہیں،آقا کی نیت معتبر ہے غلام کی نہیں۔

اصول ۲:

نیت حالت امن اور حالت استقرار میں معتبر ہے۔اور ایک متعین جگہ کی نیت معتبر ہے تردد والی اور انتشار والی نیت معتبر نہیں۔

باب صلوٰۃ الجمعۃ

جمعہ کا پہلا نام عَروبَہ تھا اور یہ زمانہ جاہلیت میں تھا۔ پھر جمعہ کا نام کعب ابن لوی نے عروبہ سے جمعہ کردیا۔

جمعہ کو جمعہ اسلئے کہتے ہیں، کہ اسمیں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پہلا جمعہ ہجرت کے موقع پر مدینہ طیبہ میں پڑھایا۔ جمع کے لزوم کی بارہ شرطیں ہیں، چھ شرطیں نفس مصلی کی ہیں اور چھ شرطیں غیر نفس مصلی کی ہیں:

۶ شرطیں نفس مصلی والی:

ا۔الحریۃ (آزاد ہونا) ۲۔والذکورۃ (مرد ہونا) ۳۔والاقامۃ (مقیم ہونا) ۴۔والصحۃ (تندرست ہونا) ۵۔وسلامۃ الرِّجلین (پاؤوں کا درست ہونا) ۶۔وسلامۃ العین (آنکھوں کا سلامت ہونا)

۶ شرطیں غیر نفس مصلی والی:

ا۔المصر الجامع (بڑا شہر ہونا) ۲۔والسلطان (بادشاہ کا ہونا) ۳۔والجماعۃ (جماعت کا ہونا) ۴۔والخطبۃ (خطبہ کا ہونا) ۵۔والوقت (وقت کا ہونا) ۶۔والاظہار (اذن عام کا ہونا)

مصر جامع کی تعریف:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مصر جامع وہ شہر ہے جس میں: ا۔سلطان / حاکم ہو۔ ۲۔عالم ہو۔ ۳۔شوارع ہوں۔ ۴۔اسواق ہوں۔

امام ابو یوسفؒ سے مختلف اقوال منقول ہیں:

ا۔وہ بستی جسکے اندر قاضی ہو اور احکام شرعیہ کا نفاذ کرتا ہو۔

۲۔مصر جامع وہ ہے جس کے اندر دس افراد رہتے ہوں۔

۳۔مصر جامع اس بستی کو کہتے ہیں کہ جس بستی کہ تمام لوگ جمع ہوکراس علاقہ کی جامع مسجد میں جمع ہو جائیں تو مسجد چھوٹی پڑ جائے۔

مصَلّیٰ المصر:

یعنی فناءشہر(مضافات شہر) وہ علاقہ جہاں سے شہریوں کی ضروریات وابستہ ہوں۔جیسے شہریوں کی عیدگاہ، مذبح خانہ،گھوڑ دوڑ کا میدان اور فصل کاٹ کرڈالنے والی جگہ۔

جمعہ گاؤں میں جائز ہے یانہیں:

امام شافعیؒ اورامام مالکؒ کے نزدیک ہر وہ جگہ جہاں چالیس افراد آزاد ہوں اوراذان جمعہ سن کرفوراً پہنچ سکتے ہوں وہاں جمعہ جائز ہے۔وہ استدلال فرماتے ہیں سورۃ الجمعۃ کی آیت سے:یا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِذَا نُوۡدِیَ لِصَّلٰوۃِ مِنۡ یَوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلیٰ ذِکۡرِ اللّٰہِ ۔تواسمیں مطلق حکم ہے مصر جامع کی شرط نہیں۔

دلیل ۲:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ارشادفرماتے ہیں کہ جواسہ میں جمعہ پڑھایا گیا۔وَھِیَ قَرۡیَۃٌ فِی الۡبَحۡرَیۡنِ۔کہ وہ بحرین کا ایک گاؤں تھا۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ مصر جامع میں پڑھایا جاسکتا ہے گاؤں میں نہیں پڑھایا جا سکتا۔وہ استدلال فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰؓ کی روایت سے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا :لَا جُمُعَۃَ وَلَا تَشۡرِیۡقَ وَلَا فِطۡرَ وَلَا اَضۡحیٰ اِلَّا فِی مِصۡرٍ جَامِعٍ۔

باقی رہ گیا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت کا مطلب،آپ نے جو یہ فرمایا ہے وَھِیَ قَرۡیَۃٌ فِی الۡبَحۡرَیۡنِ۔یہاں قریہ سے مراد گاؤں نہیں بلکہ شہر ہے اور بعض دفعہ شہر پر بھی قریہ کا اطلاق کردیا جاتا ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں مکہ اور طائف جیسے بڑے شہروں کو قریہ کہا گیا ہے۔وَلَوۡلَا نُزِّلَ ھٰذَا الۡقُرۡآنُ عَلیٰ رَجُلٍ مِنَ الۡقَرۡیَتَیۡنِ عَظِیۡمٍ۔اس آیت میں قریتین سے مراد بالاتفاق مکہ اور طائف ہیں۔

باب صَلوٰةُ الُکُسُوفِ

دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ایک کسوف دوسرا خسوف۔

کسوف کہتے ہیں سورج گرھن کو اور خسوف کہتے ہیں چاند گرھن کو۔

مسئلہ ۱:

بالاتفاق خسوف قمر کے اندر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا نہیں ہے اور نہ ہی خطبہ ہے بلکہ اسکے اندر انفرادی طور پر ہر فرد دو رکعت نفل ادا کرلے۔ البتہ کسوف شمس کی نماز کے طریقہ میں کچھ اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کسوف شمس کی نماز اگرچہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائیگی لیکن اسمیں ۲ رکوع اور ۴ سجدے فی رکعات کے اندر ہونگے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسکی نماز عام نمازوں کی طرح ۲ رکعت پڑھی جائینگی نہ ۲ رکوع نہ ہی ۴ سجدے۔

امام شافعیؒ کا استدلال:

وہ استدلال فرماتے ہیں حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت سے کہ نبی کریم ﷺ نے صلوۃ کسوف پڑھائی جس میں ۲ رکوع اور ۴ سجدے کیے فی رکعت۔

امام ابوحنیفہؒ کا استدلال:

کہ نبی کریم ﷺ نے صلوۃ کسوف دو رکعت پڑھائی اور طویل قیام فرمایا۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا هٰذِہٖ الْاٰیٰتُ یُخَوِّفُ اللّٰہُ بِهَا عِبَادَہٗ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا کَاَحْدَثِ صَلٰوتٍ صَلَّیْتُمُوْهَا مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ۔ ترجمہ: کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سورج گرھن اللہ کی نشانیاں ہیں جنکے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب تم اسکو دیکھو تو جیسے تم فرض نماز پڑھتے ہو اسطرح نماز پڑھ لیا کرو۔

اور یہ روایت جمہور صحابہ کرامؓ سے منقول ہے جن میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، سمرہ ابن جندبؓ، ابوبکرہؓ، نعمان ابن بشیر اور دیگر صحابہ کرامؓ شامل ہیں۔

نوٹ ا:

اصول فقہ اور اصول حدیث کا ایک اصول ہے، کہ اگر دو حدیثوں میں تعارض ہو جائے اور انمیں ایک حدیث فعلی ہو اور دوسری حدیث قولی ہو تو قولی حدیث کو ترجیح دی جائیگی۔ اور رہماری حدیث قولی ہے۔

کتاب الزکوٰۃ

زکوۃ لغت کے اندر نما کو کہتے ہیں، یعنی بڑھنا۔ اور زکوۃ کو زکوۃ بھی اسلئے کہا جاتا ہے کہ زکوۃ سے مال بڑھ جاتا ہے۔ زکوۃ کے دوسرے لغوی معنی ہے طہارۃ کے۔ اور زکوۃ کو زکوۃ بھی اسلئے کہا جاتا ہے، کہ اسکے ذریعہ باقی مال بھی پاک ہو جاتا ہے۔

اصطلاح شرعیہ کے اندر زکوۃ: تَمْلِیْكُ الْمَالِ بِغَیْرِ عِوَضٍ لِفَقِیْرٍ مُسْلِمٍ غَیْرِ هَاشِمِیٍّ وَلَا مَوْلَاہُ بِشَرْطِ قَطْعِ الْمُنْفَعَۃِ عَنِ الْمِلْكِ مِنْ کُلِّ وَجْہٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

زکوۃ کا ثبوت قرآن وحدیث سے:

قرآن کریم میں آتا ہے: اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْا الزَّکٰوۃَ۔ اسی طرح خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَۃً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَکِّیْهِمْ بِهَا۔

اورحدیث سے اسکا ثبوت: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوةِ وَالْحَجَّ وَصِیَامُ رَمَضَانَ۔

قرآن کریم میں ۸۳ جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ کوذکر کیا گیا ہے۔

زکوۃ کا ثبوت اجماع سے:

حضرت بکرؓ کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انکے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور تمام صحابہ کرامؓ نے اس بات پر اجماع کرلیا کہ زکوۃ کا منکر کافر اور اسکے خلاف جہاد کیا جاسکتا ہے۔

زکوۃ کی فرضیت:

۲ھ میں ہوئی۔

زکوۃ کے وجوب کی کل ٦ شرائط ہیں:

۱۔الحر (آزاد ہونا) ۲۔المسلم (مسلمان ہونا) ۳۔البالغ (بالغ ہونا) ۴۔العاقل (عقلمند ہونا)

۵۔اِذَا مَلِكَ نِصَاباً مِلْكً تَامّاً (نصاب زکوۃ کا مالک ہونا ملک تام کے ساتھ) ٦۔وَحَالَ عَلَیْهِ الْحَوْلُ (صاحب نصاب کے اوپر سال کا گزرنا کہ وہ پورے سال صاحب نصاب رہے) ۷۔کہ صاحب نصاب کے اوپر اتنا قرضہ نہ ہو کہ جس قرضہ نے پورے نصاب کوگھیر لیا ہو یا نصاب کے اکثر حصہ کوگھیر لیا ہو۔

باب زکوۃ الخیل

گھوڑوں میں زکوۃ ہے یا نہیں اسمیں علماء احناف کا اختلاف ہے:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب نر اور مادی دونوں موجود ہوں اور سائمہ ہوں اور ان پر حولان حول ہوجائے تو اسمیں زکوۃ ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک گھوڑوں میں زکوۃ نہیں ہے۔

صاحبینؒ کا استدلال:

حضرت ابوہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَیسَ عَلیٰ الْمُسلِمِ فی فَرَسِہ وَلَا عَبدِہ صدَقَۃٌ۔ کہ مسلمان کے گھوڑے اور اسکے غلام پر زکوۃ نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا استدلال:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فی کُلِّ فَرَسٍ سَائِمَۃٍ دِینارٌ اَوْ عَشرَۃُ دَرَاھِم۔

صاحبینؒ کی دلیل کی توجیہ:

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہر گھوڑے کی نفی نہیں کی گئی ہے بلکہ اس سے مراد وہ خاص قسم کے گھوڑے ہیں جو غازی کے ہوتے ہیں اور یہ بات زید ابن ثابتؓ سے منقول ہے۔

نوٹ ۱:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر صرف نر ہوں تو ایسی صورت میں گھوڑوں پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

نوٹ ۲:

گھوڑے والے کو زکوۃ دینے کے اندر تین طریقوں سے زکوۃ ادا کرنے کا اختیار ہے۔

۱۔ ہر گھوڑے کے بدلے میں ایک دینار دے دے۔

۲۔ اور اگر چاہے تو پورے گھوڑے کی قیمت لگائے اور ہر ۲۰۰ کے بدلے میں پانچ درھم ادا کردے۔

۳۔ جو حدیث میں ذکر کی گئی ہے کہ ہر گھوڑے کے بدلے میں دس درھم دیدے۔

لیکن مفتی بہ پہلی دو صورتیں ہیں اور یہ تخییر حضرت عمر خطابؓ سے منقول ہے۔

لا شئ فی البغال والحمیر:

گدھے اور خچر میں زکوۃ نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: لیس فی الْکَسْعَۃِ صَدَقَۃٌ۔

الکسعۃ یعنی الحمیر خچر چونکہ گدھے کا بیٹا ہے جب گدھے میں نہیں تو خچر میں بھی نہیں۔

لیس فی الفُصلان والحُملان والعَجَاجِیلُ زکوٰۃ:

لغوی تحقیق:

الفصلان فصل کی جمع ہے ولد الناقۃ یعنی اونٹنی کا بچہ۔

الحملان حمل کی جمع ہے ولد الشاۃ یعنی بکری کا بچہ۔

العجاجیل عُجُوْلَۃٌ کی جمع ہے ولد البقرۃ یعنی گائے کا بچہ۔

مسئلہ ۱:

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ان مذکورہ بالا بچوں میں زکوۃ اسوقت واجب ہوتی ہے جب انکے ساتھ ایک آدھ بڑا بھی ہو۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا جانوروں کے اندر انہیں کا نصاب جاری ہوگا جو انکے بڑوں میں ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ایک بچہ اٹھا کر دیدیا جائیگا۔

لیس فی العوامل و الحوامل و العلوفۃ زکوۃ:

لغوی تحقیق:

العوامل جمع عاملۃ یعنی وہ جانور جو کام کیلئے تیار کیا گیا ہو جیسے ہل چلانے کیلئے ڈانگر یا بیل۔

الحوامل جمع حاملۃ یعنی وہ جانور جو مال برداری کیلئے تیار کیا جائے۔

العلوفۃ یعنی وہ جانور جسکو سال کا اکثر حصہ گھر میں کھانا کھلایا جائے۔

ان میں زکوۃ نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لیس فی الحوامل و العوامل ولا فی البقرۃ المثیرۃ صدقۃ۔

البتہ امام مالکؒ کے نزدیک ان جانوروں میں زکوۃ ہے۔

باب زکوۃ الزروع و الثمار

۱۔عشری زمین: وہ زمین جو دارالاسلام کی ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔

۲۔خراجی زمین: وہ زمین جو دارالکفر اور دارالحرب کی ہے اور کافر کے استعمال میں ہے یا پھر کافر سے چھین کر دارالحرب کی زمین مسلمانوں نے لے لی ہو۔

مسئلہ ۱:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشری زمین پر عشر واجب ہے چاہے تھوڑی پیداوار ہو یا زیادہ۔ پھر چاہے نہریں اسکو سیراب کرتی ہوں یا بارانیں اسکو سیراب کرتی ہوں۔

صاحبینؒ کے نزدیک عشری زمین پر عشر واجب ہونے کیلئے ۳ شرطیں ہیں۔

۱۔ پیداوار پانچ وسق تک پہنچتی ہو۔

۲۔اسکا پھل باقی رہتا ہو۔

۳۔پھل کے باقی رہنے کیلئے کوئی مشقت اٹھانی نہ پڑے۔

نوٹ:

ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل:

۱۔قرآن کریم میں آتا ہے: وَاٰتُوا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ۔اس آیت سے بالاتفاق عشر مراد ہے، اور اس آیت میں کوئی شرط ذکر نہیں کی گئی ہے۔

۲۔اَنْفِقُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ۔اس آیت میں بھی عام حکم ہے اور عشر کیلئے کوئی شرط نہیں۔

۳۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَا سَقَتْہُ السَّمَاءُ فَفِیْہِ الْعُشْرُ۔کہ جسکو آسمان سیراب کرے اس میں عشر ہے۔اس روایت میں بھی عشر کیلئے کوئی شرط بیان نہیں کی گئی۔

صاحبینؒ کی دلیل:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔: لیسَ فِیْما دُوْنَ خَمْسَۃِ اَوْسُقٍ صَدَقَۃٌ۔پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔لیس فی الْخُضْرواتِ صَدَقَۃٌ۔سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ مذکورہ بالا حدیث کی توجیہ بیان فرماتے ہیں:

۱۔پہلی روایت میں عشر مراد نہیں ہے بلکہ مال تجارت مراد ہے۔اور عرب لوگ تجارت کرتے تھے وسق کے ذریعہ سے اور اسوقت ایک وسق ۴۰ درھم کا آیا کرتا تھا اور جب ۴۰ کو ۵ سے ضرب دیں گے تو ۲۰۰ درھم بن جاتے، تو نبی کریم ﷺ نے مال تجارت کیلئے یہ حکم بیان فرمایا پانچ وسق سے کم یعنی ۲۰۰ درھم سے کم میں زکوۃ نہیں۔

۲۔اور دوسری حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ خطاب عامل کو کیا جارہا ہے کہ پہلے زمانہ میں بعض دفعہ لوگ عشری زمین کے اندر عشر کیلئے

عامل کو سبزیاں دے دیا کرتے تھے۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ اگر عامل سبزی وصول کریگا تو اپنی منزل کے پہنچنے تک وہ سبزیاں سڑ جائینگی تو نبی کریم ﷺ نے عامل کو منع کیا کہ تم سبزی مت لینا۔

نوٹ:

صاحبینؒ کے نزدیک جو چیز وسق کے اندر تولی نہیں جاتی تو اس چیز میں عشر کی مقدار معلوم کرنے میں اختلاف ہے:

امام محمدؒ فرماتے ہیں:

وہ چیز جو وسق سے تولی نہیں جاتی تو اس میں جس چیز سے وہ چیز تولی جاتی ہے تو اسکے اعلی پیمانے اعتبار کیا جائیگا۔ مثلا روئی کے اندر جب پانچ گھانٹیں ہو جائینگی تو عشر واجب ہو جائیگا اور زعفران جب پانچ من ہو جائیگا تو اسمیں بھی عشر واجب ہو جائیگا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

کہ جو چیز وسق کے اندر تولی نہیں جاتی۔ اسمیں عشر اسوقت واجب ہوگا جبکہ وہ اتنی قیمت کو پہنچ جائے جتنی قیمت وسق کے اندر تولی جانے والی کم ترین چیز کی پانچ وسق کی قیمت ہو۔

العسل:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شہد میں عشر واجب ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک شہد میں عشر واجب نہیں ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل:

۱۔ حضرت ابو ھریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبلؓ کو حکم فرمایا جو کہ یمن کہ گورنر تھے۔ کہ وہ شہد میں بھی عشر وصول کریں۔

۲۔ شہد کی مکھی شہد کشید کرتی ہے پھل پھول سے جب پھل میں عشر ہے تو اسکی پیدا کی ہوئی چیز میں بھی عشر واجب ہوگا۔

امام شافعیؒ کی دلیل:

امام شافعیؒ اسکو قیاس کرتے ہیں ریشم کے کیڑے کے اوپر کہ ریشم کے کیڑے کی پیداوار میں عشر نہیں ہے۔
ہم انکو یہ جواب دیتے ہیں کہ ریشم کا کیڑا شہتوت کے پتے کھا کر ریشم بناتا ہے اور پتہ میں کسی کے نزدیک عشر نہیں ہے لہذا اس سے پیدا کی ہوئی چیز میں بھی عشر نہیں ہے۔

کتاب الصوم

صوم لغت کے اندر: الامساک

اصطلاح شرعیہ کے اندر: هو الامساكُ عَنِ الاَكلِ وَالشُّربِ وَالجِمَاعِ نهاراً مَع النِّيَة (مِنْ طلوعِ الفجر الثانى الى غروب الشمس)

روزہ کی اقسام: ۱۔واجب ۲۔نفل

پھر واجب کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ما يتعلَّقُ بزمانٍ بعينه ۲۔ما يثبت و يجب فى الذمة

حکم: ما یتعلق بزمان بعینہ:

اسکا حکم یہ ہے کہ روزہ اس وقت درست ہوگا جب رات سے نیت کی جائے اور اگر رات کو نیت نہیں کر سکے تو اسمیں اس بات کی گنجائش ہے کہ زوال سے پہلے پہلے نیت کر لی جائے جیسے رمضان کا روزہ جسکا تعلق ایک خاص مہینہ سے ہے اور اسی طرح نذر معین کا روزہ جسکا تعلق بھی خاص دن اور خاص زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

حکم: ما یثبت و یجب فی الذمۃ:

اسکا حکم یہ ہے کہ یہ روزہ درست ہی نہیں ہوگا جب تک کہ رات سے نیت نہیں کی گئی جیسے قضاء رمضان، نذر مطلق اور کفارات کے روزہ، ان روزوں میں رات سے نیت کرنا لازمی ہے۔

نفلی روزہ کا حکم:

اسکی نیت رات سے بھی درست ہے اور زوال سے پہلے بھی نیت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ کبھی گھر تشریف لاتے اور دریافت فرماتے: کھانے کو کچھ ہے اگر نہ ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے چلو ہمارا روزہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ کی نیت زوال سے پہلے تک کی جا سکتی ہے۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق روزہ کی ۶ قسمیں بنتی ہیں:

۱۔ نفل ۲۔ صوم رمضان ۳۔ نذر معین ۴۔ قضاء رمضان ۵۔ نذر مطلق ۶۔ کفارات

اصول:

اگر اکل اور شرب صورتاً اور معناً ہو اور اسی طرح جماع صورتا اور معنا ہو تو ایسی صورت میں روزہ کی قضا بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔ لیکن اگر صورتا ہے یا معنا ہے تو روزہ کی قضا تو ہوگی لیکن کفارہ نہیں آئیگا۔ جیسے مثال کے طور پر کسی آدمی نے عورت کو لپٹا لیا یا بوسہ دیا جسکے نتیجہ میں اسکا انزال ہو گیا۔ تو چونکہ صورتا اور معنا میں سے ایک ہے اسلئے قضا تو آئیگی لیکن کفارہ نہیں آئیگا، اسی طرح کسی آدمی نے کھجور کی گٹھلی نگل لی تو روزہ ٹوٹ جائے گا قضا آئیگی کفارہ نہیں آئیگا۔ کیونکہ یہ صورتا اکل ہے معنا اکل نہیں کہ اسکے ذریعہ سے پیٹ نہیں بھرتا۔

اصول ۲:

الفِطرُ مِمَّا دخل وَلیس مما خرج۔ یعنی روزہ ٹوٹ جاتا ہے افطار کرنا پڑتا ہے کسی چیز کے داخل ہونے کی وجہ سے نہ کہ نکلنے کی وجہ سے۔

کتاب الحج

حج لغت کے اندر قصد اور ارادہ کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاح شرعیہ کے اندر: هُوَ الْقَصْدُ بِاَدَاءِ اَفْعَالٍ مَخْصُوْصٍ بِزَمَانٍ مَخْصُوْصٍ فِی مَکَانٍ مَخْصُوْصٍ۔

حج کی تین قسمیں ہیں:

۱۔حج افراد یعنی صرف حج کی نیت کرنا اور احرام پہن کر حرم جانا طواف قدوم کرنا اور پھر دو رکعت واجب طواف پڑھنا اور پھر حج کے ایام آنے کا انتظار کرنا۔

۲۔حج قِران یعنی حج اور عمرے کا اکھٹا احرام باندھنا حرم جا کر پہلے عمرہ کرنا اور بغیر حلق کروائے اور احرام اتارے ہوئے حج کا انتظار کرنا۔

۳۔حج تمتع یعنی پہلے عمرے کا احرام باندھنا اور حرم جا کر عمرہ ادا کرنا اور اسکے بعد حلق کروا کر احرام اتار دینا اور جب حج کے ایام آئیں تو پھر حج کا احرام باندھلینا۔

پھر حج تمتع کی دو قسمیں ہیں:

۱۔تمتع سائق الھدی ۲۔تمتع غیر سائق الھدی

ان دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ تمتع سائق الھدی کرنے کے بعد نہ بال کٹواتا ہے اور نہ ہی احرام اتارتا ہے جبکہ غیر سائق الھدی حلق کروا کر عمرے کا احرام اتار دیتا ہے۔

نوٹ ۱:

حج قران اور حج تمتع سائق الھدی دونوں بظاہر ایک جیسے لگتے ہیں لیکن حقیقت میں ان میں معمولی سا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ حج قران میں عمرے اور حج کا اکٹھا احرام باندھا جاتا ہے۔ جبکہ تمتع سائق الھدی میں پہلے عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے۔ اور حج کے ایام آنے پر اسی احرام میں حج کی نیت کر لی جاتی ہے۔

نوٹ ۲:

ان تین حجوں میں سے کون سا حج افضل ہے اسمیں اختلاف ہے:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک القِران افضل ثم التمتع ثم الافراد۔

امام شافعیؒ کے نزدیک الافراد افضل ثم التمتع ثم القران۔

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک التمتع افضل ثم الافراد ثم القران۔

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں قران کی افضلیت کے اوپر کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے پاس وادی عقیق میں ایک فرشتہ آیا اور اسنے کہا۔ یا آلُ مُحمد اَہِلُّوا بِحَجَّۃٍ و عُمُرَۃٍ۔ دوسری دلیل: قِران کے اندر چونکہ مشقت زیادہ ہے اسلئے قِران افضل ہے۔

چند اصطلاحات:

۱۔ اصطباع: یعنی سیدھے ہاتھ کی بغل سے احرام کی چادر نکال کر سیدھے کندھے کو کھول دینا اور چادر کو الٹے کندھے پر ڈال دینا۔

۲۔ رمل: یعنی طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلنا۔

اصول:

ہر وہ طواف جسکے بعد سعی ہے تو اس طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا جائیگا۔

۳۔ تلبیہ: لبیك اللھم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد و النعمۃ لك و الملك لا شریك لك۔

۴۔یوم التروية: یعنی آٹھویں ذی الحجہ کا دن جو منیٰ میں گزارا جاتا ہے۔

۵۔یوم عرفہ: یعنی نویں ذی الحجہ کا دن جو عرفات میں گزارا جاتا ہے، اور جس میں وقوف عرفہ کیا جاتا ہے۔

۶۔وقوف عرفہ: یعنی زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک وقتاً فوقتاً عرفات میں کھڑے ہوکر اللہ کی تحمید تمجید تسبیح اور دعا کرنا، یہ حج کا رکن اعظم ہے۔

۷۔یوم النحر: یعنی دسویں ذی الحجہ کا دن جس دن قربانی کی جاتی ہے۔

۸۔رمی: یعنی شیطانوں کو کنکری مارنا۔

۹۔منیٰ، عرفات اور مزدلفہ: یہ تینوں جگہوں کے نام ہیں۔

۱۰۔جَمرات: یعنی جس جگہ پر کنکری مارنے کے نشانات ہیں، اور یہ کل تین جگہیں ہیں:

۱۔جمرۃ الاولیٰ یعنی چھوٹا شیطان۔ ۲۔جمرۃ الوسطیٰ یعنی درمیانہ شیطان۔ ۳۔جمرۃ العقبۃ یا جمرۃ الکبریٰ یعنی بڑا شیطان۔

۱۱۔طواف قدوم: یعنی وہ طواف جو حج افراد کرنے والا شخص حرم میں آنے کے بعد کرتا ہے، اور یہ اسکا پہلا عمل ہوتا ہے۔

۱۲۔طواف افاضہ یا طواف زیارت: یعنی وہ طواف جو کہ حاجی پہلے دن کی کنکری مارنے کے بعد کرتا ہے، اور یہ طواف دسویں ذی الحجہ سے لے کر بارہ ذی الحجہ کی عصر تک کرا جا سکتا ہے، اور یہ بھی حج کا رکن ہے اسکے بغیر بیوی حلال نہیں ہوسکتی ہے۔

۱۳۔عمرہ: یعنی بیت اللہ کے سات چکر لگانا استیلام کر کے ہر چکر کو شروع کرنا اور حجر اسود پر چکر مکمل کرنا۔ پھر دو رکعت واجب الطّواف مقام ابراھیم پر پڑھنا، پھر نواں استیلام کر کے صفا پر جانا اور صفا اور مرویٰ کے درمیان سات چکر لگانا جو کہ سعی کہلاتا ہے۔

۱۴۔ایام حج:

پہلا دن یوم ترویہ: منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا۔

دوسرا دن یوم عرفہ: یعنی ظہر اور عصر کی نماز پڑھنا اور زوال سے غروب تک وقوف کرنا اور غروب کے بعد مزدلفہ جانا۔ مغرب اور عشاء پڑھنا کنکریاں جمع کرنا پھر فجر کی نماز پڑھنا اور کچھ دیر کا وقوف کرنا۔

تیسرا دن یوم النحر: تین کام ترتیب سے کرنا پہلے بڑے شیطان کو کنکری مارنا پھر قربانی کرنا اور پھر حلق کروا دینا۔

چوتھادن: طواف زیارت کرنا،منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا۔اورزوال کے بعدتینوں شیطانوں کوسات سات کنکریاں مارنا۔

پانچواں دن: بھی طواف زیارت کرنا،منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا۔اورزوال کے بعدتینوں شیطانوں کوسات سات کنکریاں مارنا۔

۱۵۔طواف وداع یاطواف صدر: یعنی حج سے فارغ ہونے کے بعد گھر آنے سے پہلے جوالوداعی طواف کیاجاتا ہےاسکوطواف وداعی یا صدر کہتے ہیں۔

۱۶۔ھدی: یعنی وہ جانور جوحاجی حج میں قربان کرتا ہے،اسکوھدی کہتے ہیں۔

۱۷۔میقات: یعنی وہ مقام جس سے بغیراحرام کے گزرنا جائزنہیں۔

۱۸۔استیلام اوراستقبال: یعنی حجراسود کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں کرنااورانکو چوم لینا۔

۱۹۔تحلیل: یعنی احرام کھول دینا۔

باب الجنایات

جنایات جنایۃ کی جمع ہے۔اورجنایت ایسی غلطی کوکہا جاتا ہے جومحرم ممنوعات احرام میں سے کرے مثلاً خوشبولگالی، سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، بال کاٹ لئے، ناخن کاٹ لئے وغیرہ وغیرہ۔

جنایت میں تین چیزوں میں سے ایک چیز واجب ہوتی ہے:

۱۔یاتودم۔ ۲۔یاتوصدقہ ڈھائی کلو کے قریب۔ ۳۔یاپھرایک مٹھی گندم یاایک کھجورصدقہ۔

جنایت کے باب میں اگرچنداصول سمجھ لیے جائیں توفیصلہ کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

اصول نمبر ا:

جنایات کے باب میں صرف دومواقع ہیں جہاں پر بدنہ یعنی اونٹ واجب ہوتا ہے:

ا۔طواف زیارت سے پہلے جماع کر لینا۔ ۲۔جنابت کی حالت میں طواف زیارت کر لینا۔

اصول نمبر ۲:

عضو کامل خوشبو لگانا اسمیں دم یعنی بکری واجب ہوتی ہے۔

اصول نمبر ۳:

انتفاع اور اتفاق اگر کامل ہے اور بغیر عذر کی وجہ سے ہے، تو ایسی صورت میں دم ہی واجب ہوگا۔مثلاً پورا دن کپڑا پہنا رہے، ہاتھ پاؤں کے ناخن کاٹ لے جن کی مقدار کم از کم پانچ ناخن کے بقدر ہے۔

اصول نمبر ۴:

اگر انتفاع ناقص ہے تو ایسی صورت میں صدقہ واجب ہوگا جو ڈھائی کلو گندم کے بقدر ہے۔مثلاً آدھے دن کپڑے پہنا رہے یا چار ناخن کاٹ لے یا چوتھائی سر سے کم بال کاٹے۔

اصول نمبر ۵:

اگر انتفاع کامل ہے لیکن عذر کی وجہ سے ہے تو ایسی صورت میں تین اختیار ہیں حاجی کو:

ا۔یا تو بکری ذبح کرے ۲۔یا تو تین روزے رکھے ۳۔یا پھر چھ مسکینوں کو نصف نصف صاع دیدے مثلاً ایک آدمی کو احرام کی حالت میں اتنی سردی لگی کہ اسکو مجبوراً جیکٹ یا سوئیٹر پہننا پڑا اور پورا دن پہنا رہا۔

اصول نمبر ٦:

حج کے واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑ دینے یا کسی فرض کو موخر کر دینے کے نتیجے میں دم واجب ہوجائیگا۔مثلاً طواف وداع جنابت کی حالت میں کرلیا جائے،طواف زیارت کو ایام نحر سے موخر کر دیا جائے، واجب کی مثال وقوف مزدلفہ کو چھوڑ دیا جائے۔

واذا قتل المحرم صيدا او دل عليه من قتله فعليه الجزاء:

مذکورہ بالا عبارت میں یہ مسئلہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر محرم نے شکار کیا یا شکار کرنے والے کی رہنمائی کی تو محرم کے اوپر جزا واجب ہے۔اب اس جزا سے جزا معنوی مراد ہے یا جزا صوری جسکو مثل معنوی اور مثل صوری بھی کہا جاتا ہے اسمیں اختلاف ہے۔
شیخین ایک طرف ہیں اور امام شافعیؒ اور امام محمدؒ ایک طرف ہیں۔

نوٹ:

صید کے مسئلہ میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے، شکار اس جانور کو کہا جائیگا جو اپنی جبلت اور فطرت کے اندر غیر مانوس ہو اور اسمیں انسانوں سے توحّش پایا جاتا ہو جیسے: ا۔ ہرن۔ ۲۔نیل گائے۔ ۳۔پہاڑی بکرے۔ ۴۔بجو۔ ۵۔خرگوش۔
لیکن اگر جس جانور کی جبلت میں انسیت ہے انسانوں سے وہ جانور شکار نہیں کہلائے جائینگے۔مثلا بکری، گائے، اونٹ، مرغی وغیرہ۔
مذکورہ بالا بات سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اگر کسی آدمی نے احرام کی حالت میں گائے، بکری، اونٹ ذبح کیا تو اسپر دم واجب نہیں ہوگا۔

اور اگر کسی نے ہرن کو پالا اور حاجی نے اس پالتو جانور کو ذبح کیا تو اسکے اوپر دم واجب ہو جائیگا، کیونکہ ہرن اپنی جبلت کے اندر انسانوں سے متوحش ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شکار کرنے والے مُحرم پر جو جزا آئیگی وہ مثل معنوی ہوگی۔یعنی اس جانور کی قیمت لگا کر محرم کو جزا ادا کرنے میں تین اختیار ہونگے:

ا۔اگر اس کی قیمت بکری یا دنبہ وغیرہ تک پہنچتی ہوگی تو بکری ادا کرے۔

۲۔یا پھر اسکی قیمت سے گندم یا جو یا کھجور خریدے اور پھر اسکو ہر فقیر کے اعتبار سے نصف صاع گندم کا یا ایک صاع کھجور یا جو کا ادا کردے۔

۳۔یا پھر ہر نصف صاع گندم کے عوض میں ایک روزہ رکھ لے اور اگر نصف صاع سے کم گندم آرہا ہے تو اسکے عوض میں ایک روزہ رکھ لے یا اسکو غریب کو دیدے۔

امام محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کہ شکار کرنے والے کو جزا ادا کرنی ہے اور یہ جزا مثل صوری ہوگی۔ یعنی جو جانور مارا ہے اس جانور کی مثل جانور دینا پڑے گا۔ مثل ہرن شکار کیا تو اسکے بدلہ میں بکری دینی پڑے گی اسی طرح بجو شکار کیا تو تو اسکے بدلہ میں بھی بکری دینی پڑے گی، اوور اگر خرگوش شکار کیا تو بکری کا بچہ دینا پڑے گا اور اگر شتر مرغ شکار کیا تو اس کے بدلہ میں اونٹ دینا پڑے گا لیکن اگر کوئی جانور ایسا ہے جسکی مثل نہیں ہے تو وہاں پر اس کی قیمت دی جائیگی۔

نوٹ:

مذکورہ بالا اختلاف ایک آیت کی تفسیر اور مصداق کی وجہ سے ہے، اور وہ آیت ہے: یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لَا تَقْتُلُوْا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَه مِنْکُمْ مُتَعَمِّداً فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔ اس آیت میں مثل سے مراد شیخین کے نزدیک مثل معنوی ہے، اور مثل معنوی مراد لینے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے یَحْکُمُ بِه ذَوَا عَدْلٍ فرمایا ہے۔ یعنی مثل کا فیصلہ دو عادل آدمی کریں گے اور مثل صوری کیلئے عادل آدمی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بچہ بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ ہرن، بکری جیسی ہے شتر مرغ، اونٹ جیسا ہے۔ ہاں مثل معنوی میں دو عادل آدمی کی ضرورت پڑتی ہے جو قیمت کا اندازہ لگا سکیں۔

وجہ نمبر ۲:

مثل معنوی مراد لینے میں زیادہ بہتری اور سہولت ہے۔ کیونکہ مثل معنوی ہر جگہ چل سکتی ہے لیکن مثل صوری بعض جگہ چلے گی اور بعض جگہ نہیں تو آپ وہاں مجبوراً مثل معنوی پر عمل کرتے ہیں تو جب مثل معنوی پر اگر آپ کو مجبور ہو کر عمل کرنا ہے تو شروع ہی سے کیجئے۔

وجہ نمبر ۳:

مثل معنوی پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں غبن فاحش لازم آتا ہے یعنی ایک معمولی قیمت والی چیز کے بدلے میں اعلی چیز دینی پڑتی ہے مثلا بجو کے بدلہ میں بکری اسی طرح اعلی چیز کے بدلہ میں ادنی چیز دینی پڑتی ہے مثلا ہرن کے بدلہ میں بکری۔

امام محمد اور امام شافعیؒ کی دلیل: وہ استدلال فرماتے ہیں اسی آیت سے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ مِثْلُ مَا قَتَلَ میں مثل سے مراد مثل صوری ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے آگے ارشاد فرمایا ہے: مِنَ النَّعَمِ۔

امام ابو حنیفہؒ اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ نعم سے مراد شکار ہے اور وحشی جانور کی طرف اشارہ ہے نہ کہ نعم جانور ہے۔

اصول نمبر۷:

اگرمحرم نے بہت ساری جنایات کی ہیں تو دیکھا جائیگا کہ ان جنایات میں سے کون سی جنایت ہم جنس ہے تو جو جنایت ہم جنس ہوگی اس میں تداخل کردیا جائیگا یعنی ان تمام جنایات کوایک شمار کر کے ایک دم دیا جائیگا۔مثلا ایک آدمی نے گیارہویں، بارہویں تاریخ کی رمیاں چھوڑ دیں۔تواصولی طور پر چونکہ چھ جنایات ہوئی ہیں تو چھ بکرے لازم آنے چاہئے تھےلیکن جنایات کے باب میں ان میں تداخل

کر کے ایک بکری لازم قرار دی۔

اصول نمبر۸:

اگر جنایت کی وجہ سے جانور معیوب ہوگیا تواس عیب کی قیمت ادا کی جائیگی اوراگر جانوراپنی دفاع کرنے سے نکل گیا توایسی صورت میں پورے جانور کی قیمت دینی پڑے گی۔

اصول نمبر۹:

ہروہ جنایت جسکی وجہ سے مفرد حاجی پرایک دم واجب ہوتا ہےتواسی جنایت کرنے کی وجہ سے قارن پر دودم واجب ہونگے ایک دم عمرے کااورایک دم حج کا۔

باب الاحصار

احصار لغت کے اندر:اَلْمَنْعُ عَنْ کُلِّ شَیْءٍ۔یعنی ہر چیز سے منع کردینا۔

اوراصطلاح شرعیہ کے اندر:اَلْمَنْعُ عَنِ الْحَجِّ وَالْوُقُوفِ مَعًا اَوِ الْعُمْرَۃِ بِعُذْرٍ شَرْعِیٍّ۔شرعا احصار کہتے ہیں کہ حج اوروقوف عرفہ یا عمرہ بعدالاحرام سے روک دینا عذر شرعی کی وجہ سے۔

اسکا حکم یہ ہے کہ احرام اتارنا اسوقت تک جائز نہیں ہے جب تک حرم میں قربانی نہ کر لی جائے یا عمرے کے افعال ادا نہ کر لئے جائیں۔

اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دشمن کی وجہ سے یا ایسے مرض کی وجہ سے جو مرض مانع بن جائے طواف زیارت اور وقوف عرفہ کی ادائیگی سے، تو یہ آدمی محصر ہو جائے گا اور اسکو کہا جائیگا کہ تم ایک بکری حرم بھیجو اور جسکے ذریعہ سے بھیجو تو اس سے ایک دن اور ایک وقت کا تعین کر لو جب وہ دن آجائے تو ایسی صورت میں احرام اتار دے۔

مسئلہ ۱:

احصار کے مستحق ہونے کے سبب میں اختلاف ہے۔ کہ محرم آدمی دشمن کی وجہ سے محصر ہوگا یا بیماری کی وجہ سے محصر ہوگا۔

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک محرم آدمی محصر صرف دشمن کی وجہ سے ہوگا، اور وہ استدلال فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ یہ آیت نازل ہوئی ہے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے حق میں، اور یہ تمام حضرات محصر ہوئے تھے صلح حدیبیہ کے موقع پر دشمن کی وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ احرام پہن کر تشریف لائے اور مشرکین مکہ نے انکو عمرہ کی ادائیگی سے روک دیا جسکی وجہ سے احصار کی آیت نازل ہوئی جسمیں احصار کا حکم بیان کیا گیا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک احصار دشمن کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور مرض کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور وہ استدلال فرماتے ہیں فقہ کے مسلّمہ اصول سے: اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ۔ کہ آیات اور نصوص کے اندر لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے سبب کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہوتا تو لہٰذہ اگر چہ یہ آیت خاص سبب کی وجہ سے نازل ہوئی ہے لیکن آیت کا عموم اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ احصار جس وجہ سے بھی ہو اسکا حکم وہی ہے جو حکم دشمن کے احصار کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مسئلہ ۲:

دم احصار آیا مکان کے ساتھ خاص ہے یا زمان اور مکان دونوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم احصار صرف مکان کے ساتھ خاص ہے یعنی حرم کے اندر ہی قربانی کرنی پڑتی ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک احصار زمان اور مکان دونوں کے ساتھ خاص ہے یعنی قربانی حرم کے اندر ہی کرنی پڑے گی اور یوم النحر کے اندر ہی کرنی پڑے گی۔

اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم احصار لیجانے والے حاجی سے محصر دن اور وقت کا تعین کرے گا۔جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک دم لیجانے والے سے دن کا تعین کرنا ضروری نہیں کیونکہ محصر کیلئے دن متعین ہے یوم النحر ۔

دلائل:

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں: فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ کے اندر حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّه فرمایا ہے۔اسکے اندر مکان کا تذکرہ تو ہے لیکن زمان کا تذکرہ نہیں ہے۔

صاحبینؒ استدلال فرماتے ہیں کہ جس طرح قربانی یوم النحر سے پہلے نہیں ہوسکتی اسی طرح دم احصار یوم النحر سے پہلے نہیں ہوسکتا۔

کتاب البیوع

بیع لغت کے اندر: فروخت کرنے کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاح شرعیہ کے اندر بیع کہا جاتا ہے: مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِیْ۔

بیع کے درست ہونے کیلئے چند شرائط ہیں:

۱۔دونوں طرف شرعی اعتبار سے مال ہو۔

۲۔بائع اور مشتری کی باہم رضامندی سے ہو۔

۳۔ثمن اور مبیع دونوں معلوم ہوں۔

۴۔اتحاد مجلس ہو۔

۵۔کوئی شرط فاسد نہ لگائی گئی ہو۔

چند اصطلاحات:

۱۔بائع: وہ شخص جو مال فروخت کرتا ہے۔

۲۔مشتری: وہ شخص جو مال خریدتا ہے۔

۳۔ثمن: وہ قیمت جو بائع اور مشتری کے درمیان طے ہو۔

۴۔مبیع: وہ چیز جو بائع فروخت کرتا ہے اور مشتری اسکو خریدتا ہے۔

۵۔بیع: وہ عقد جو بائع اور مشتری کے درمیان باہم رضامندی سے کیا جاتا ہے۔

٦۔ایجاب: وہ بول جو خرید وفروخت کے درمیان پہلے بولا جاتا ہے۔

۷۔قبول: وہ بول جو ایجاب کے بعد بولا جاتا ہے۔

شرط نمبر ٦:

ایجاب اور قبول دونوں کا لفظ ماضی کیساتھ ہونا ضروری ہے۔جیسے بعت اشتریت۔

اصول ۱:

کُلُّ شَرْطٍ یُفْضِیْ اِلی النِّزَاعِ فَھُوَ فَاسِدٌ۔ ہرایسی شرط جو لڑائی جھگڑے کا باعث بنے وہ شرط فاسد ہے، جسکی وجہ سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

اصول ۲:

بیع کے اندر وصف خود بخود داخل ہو جاتا ہے اصل کے ساتھ۔

اصول ۳:

اگر وصف کو بطور شرط کے ذکر کیا جائے تو وصف اصل بن جاتا ہے۔

اصول ۴:

جو چیز مبیع کے ساتھ متصل ہو اتصال لازمی کے ساتھ تو وہ چیز مبیع کے اندر خود بخود داخل ہو جائیگی۔مثال کے طور پر کوئی آدمی گھر خریدتا ہے تو اسکی دیواریں خود بخود داخل ہو جائیگی۔

اصول ۵:

جو چیز مبیع کے ساتھ متصل ہو عارضی اتصال کے ساتھ تو وہ بیع کے اندر بغیر نام لئے ہوئے داخل نہیں ہوگی جیسے زمین کے ساتھ کھیت کا معاملہ تو زمین فروخت کرنے کی صورت میں کھیتی زمین کے ساتھ شامل نہیں ہوگی۔

اصول ٦:

ثمن اگر مجہول ہو اور شہر کے اندر مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں، تو سکہ رائج الوقت اور نقد غالب کا اعتبار کیا جائیگا۔

اصول ۷:

ہر وہ چیز سکی بیع تنہا جائز ہے تو اسکی استثنیٰ بھی جائز ہے، اور ہر وہ چیز جس کی بیع تنہا جائز نہیں تو اسکی استثنیٰ بھی جائز نہیں۔ مثال کے طور پر حمل کی بیع تنہا جائز نہیں تو اسکی استثنیٰ بھی جائز نہیں۔

اصول ۸:

ہر وہ چیز جسکا مبیع کے ساتھ اس طرح کا اتصال ہے کہ اگر اسکو جدا کیا جائے تو مبیع کے اندر عیب پیدا ہو جائے، تو اس کی استثنیٰ درست نہیں۔

اصول ۹:

بیع کے اندر ثمن نقد بھی رکھا جا سکتا ہے اور ادھار بھی رکھا جا سکتا ہے۔

اصول ۱۰:

اگر ثمن میں اختلاف ہو گیا تو ایسی صورت میں قیمت پر فیصلہ کیا جائیگا۔

نوٹ: ثمن اور قیمت میں فرق کیا ہے:

ثمن اس قیمت کو کہا جاتا ہے جو بائع اور مشتری باہم رضامندی پر آپس میں طے کریں۔ اور قیمت اس رقم کو کہا جاتا ہے جو کہ مارکیٹ کے اندر اس جیسی چیز کی چل رہی ہوتی ہے۔

اصول ۱۱:

ثمن بغیر قبضہ کے متعین نہیں ہوتا البتہ مبیع بغیر قبضہ کے متعین ہو جاتا ہو، نفس اشارہ کرنے سے۔

باب خیار الشرط

اس باب میں چند اہم باتیں یاد کرنے کی ہے:

۱۔خیارالشرط بائع اور مشتری دونوں حاصل کر سکتے ہیں۔

۲۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خیارالشرط کی کم سے کم مدت ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک خیارالشرط کی زیادہ سے زیادہ مدت دو ماہ ہے جبکہ بائع اور مشتری دونوں اس مدت سے واقف ہوں۔

صاحبینؒ استدلال فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت سے کہ انہوں نے دو ماہ کے اختیار کی اجازت دی۔اور دوسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں صاحبین کہ خیارالشرط کی اجازت غور وفکر کیلئے دی گئی ہے،اور بعض دفعہ تین دن میں مکمل نہیں ہوسکتا اسلئے تین دن سے زیادہ مدت کی بھی اجازت ہونی چاہئے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں حِبّان ابن منقِذؓ کی روایت سے کہ انکو کاروبار میں بار بار نقصان ہوا کرتا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے یہ جملہ کہنے کو ارشاد فرمایا کہ جب تم خرید وفروخت کیا کرو:لَا خَلَاوَةَ وَلِیَ الْخِیَارُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ۔ کہ مجھے دھوکہ نہ دیا جائے اور مجھے تین دن کا اختیار ہے،اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے خیارالشرط کی مدت تین دن قرار دی ہے۔

اور خلاف القیاس ہونے کے نتیجے میں تین دن پر محصور رہے گی۔

باقی آپ کی روایت جس سے آپ استدلال فرمارہے ہیں اس روایت میں خیار کا مطلقاً ذکر ہے تو ہوسکتا ہے کہ آپ کی روایت میں خیار سے مراد خیارالعیب یا خیارالرؤیا ہو اور وہ تو دو ماہ کیا اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔

حکم:

بائع کا اختیار لینا مبیع کو اس کی ملکیت سے نکلنے کو مانع بنتا ہے،یعنی اگر بائع نے اختیار دیا اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا تو ایسی صورت کے اندر اگر مبیع ہلاک ہوگیا تو مشتری ضامن ہوگا قیمت کے ساتھ نہ کہ ثمن کے ساتھ۔

اور اگر مشتری نے اختیار لیا ہے تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے:

یہ تینوں ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ مبیع بائع کی ملکیت سے نکل گیا اب مشتری کی ملکیت میں داخل ہوا یا نہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک داخل نہیں ہوا اور صاحبینؒ کے نزدیک داخل ہوگیا، وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر بائع کی ملکیت سے نکل جائے اور مشتری کی ملکیت میں داخل نہ ہو تو لازم آئیگا ایک چیز مملوک تو ہے لیکن اسکا کوئی مالک نہیں اور یہ دنیا میں ہوتا نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ مشتری کی ملکیت میں داخل نہ ہو کیونکہ مشتری اپنے پیسوں کا مالک ہے بائع کے پاس نہ پیسے پہنچے اور نہ ہی مبیع بائع کے پاس ہے یعنی ثمن بھی مشتری کا اور مبیع بھی مشتری کا اور بائع خالی ہاتھ یہ خلاف عدل ہے۔

نوٹ:

خیار الشرط کے اندر اجازت دیتے وقت فریق ثانی کا موجود ہونا ضروری نہیں ہاں البتہ فسخ کرنے کے وقت فریق ثانی کا موجود رہنا ضروری ہے۔

باب البیع الفاسد

بیع کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ بیع صحیح۔

۲۔ بیع باطل: یعنی مبیع یا ثمن مال نہ ہو یا مملوک نہ ہو۔

۳۔ بیع فاسد: یعنی مبیع اور ثمن دونوں مال ہوں لیکن کسی شرط فاسد کی وجہ سے وہ بیع فاسد ہوگئی ہو۔

۴۔ بیع موقوف: مالک کی اجازت کے بغیر کوئی چیز فروخت کر دی گئی ہو اور اب اس کی اجازت پر موقوف ہو، اس کو بیع فضولی بھی کہتے ہیں۔

بیع فاسداور باطل میں فرق:

بیع باطل میں مبیع یا ثمن سرے سے مال ہی نہیں ہوتے ،جبکہ بیع فاسد میں مبیع اور ثمن مال ہوتے ہیں لیکن کسی خارجی وجہ سے بیع فاسد ہوجاتی ہے۔

بیع باطل کاحکم:

بیع باطل کسی بھی حالت اورکسی بھی صورت میں جائزنہیں۔

بیع فاسد کاحکم:

بیع فاسد کے اندرتین شرطوں کے ساتھ بیع درست ہوسکتی ہے:

ا۔مشتری مبیع پر قبضہ کرلے۔

۲۔بائع کی اجازت سے قبضہ کرلے۔

۳۔عقد کے اندردونوں عوض مال ہوں۔

اصول ا:

بیع قبل القبض جائزنہیں۔

اصول ۲:

مبیع یا ثمن مجہول ہوتو بیع درست نہیں۔

اصول ۳:

ایسی شرط بیع کے اندرلگانا جومقتضاء عقد کے خلاف ہو۔اوراسمیں بائع کا فائدہ ہو یامشتری کا فائدہ ہو یامبیع کا فائدہ ہوجبکہ مبیع اپنے حق کا مطالبہ کرسکتا ہو۔

اصول ۴:

بیع کے اندراگر مال اورغیر مال کواکھٹا جمع کرلیا جائے اورفروخت کیا جائے تودونوں میں بیع باطل ہوجائیگی۔

اصول ۵:

نَهیٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَیْعٍ وَ شَرْطٍ۔

اصول ٦:

بیع کے اندر اگر اجل مجہول ہوتو بیع فاسد۔

اصول ۷:

کسی ایسی چیز کا فروخت کرنا جو مبیع کے ساتھ اس طرح جڑی ہوئی ہو کہ اگر اس کو جدا کیا جائے تو بائع کا نقصان ہو، تو ایسی بیع بھی فاسد ہے۔

باب الربوٰ

ربوٰ لغت کے اندر: زیادتی کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاح شرعیہ کے اندر: عِبَارَةٌ عن فَضْلِ مالٍ لا یُقَابِلُه عِوَضٌ فی مُعَاوَضَةِ مالٍ بِمَالٍ اِذَا کَانَ مَشْرُوطاً۔ یعنی مال کی ایسی زیادتی جسکے عوض میں مال نہ ہو، شرط کے ساتھ۔

سود کے حرام ہونے کی دلیل:

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو۔(الآیة)

سود کھانے والے پر اللہ کی طرف سے عذاب:

اللہ نے سود کھانے والے پر پانچ عذاب کا تذکرہ قرآن میں فرمایا ہے:

ا۔ اَلتَّخَبُّط: باولا پن

۲۔اَلمُحق: یعنی برکت کا ختم ہوجانا اور مال کا مٹ جانا۔

۳۔الحرب: یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ۔

۴۔کفر: یعنی کافر ہوجانا۔

۵۔الخلود فی النار: یعنی ہمیشہ ہمیش آگ کے اندر رہنا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالی ان پانچ عذاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

۱۔اَلَّذِیْنَ یَا کُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔

۲۔یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ۔

۳۔فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه۔

۴۔وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ۔

۴۔وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ۔

حدیث میں سود کی ممانعت کے بارے میں آتا ہے:

سود کے ستر درجات ہیں سب سے کم ترین درجہ: سود کھانے والا ایسا ہے جیسا کہ اپنی ماں سے زنی کیا۔

سود کی حرمت کی علت اور علامت:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سودت کی دو علتیں ہیں:

۱۔کیل مع الجنس۔

۲۔وزن مع الجنس۔

امام شافعیؒ کے نزدیک بھی سود کی دو علتیں ہیں:

۱۔مطعومات میں طعم مع الجنس۔

۲۔اَثمان میں ثمنیت مع الجنس۔

امام مالکؒ کے نزدیک بھی دو علتیں ہیں:

۱۔اثمان میں ثمنیت مع الجنس۔

۲۔مطعومات میں اذدخار (یعنی ذخیرہ اندوزی کرنا) مع الجنس۔

امام ابوحنیفہؒ استدلال فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بَيْعُ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالتَّمرِ بِالتَّمَرِ وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ وَالْحِنْطَةِ بِالْحِنْطَةِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ يَداً بِيَدٍ مَثْلًا بِمَثْلٍ فَمَنْ اِزْتَادَ فَقَدْ اَرْبٰى

اس مذکورہ بالا روایت میں سود کی علتیں بھی بیان کردی گئیں ہیں اور حکم بھی بیان کردیا گیا ہے۔

حکم:

وہ چیزیں جن کے اندر سود کی دونوں علتیں پائی جاتی ہیں اس میں بیع وشراء کرنے کیلئے دو باتوں کا اہتمام کرنا پڑے گا سود سے بچنے کیلئے: ۱۔تفاضل یعنی زیادتی سے بچا جائے۔ ۲۔نَساء یعنی ادھار سے بچا جئے۔

پس اگر دونوں علتوں میں سے ایک علت پائی جارہی ہے، یعنی مکیلی چیز تو ہے لیکن جنس ایک نہیں تو ایسی صورت میں تفاضل جائز ہو جائیگا اور نساء حرام رہے گا۔ مثال کے طور پر سونے کے عوض میں چاندی فروخت کی جائے، گندم کے عوض میں جو فروخت کیا جائے، تو ایسی صورت میں کمی بیشی یعنی تفاضل جائز ہے لیکن ادھار نا جائز ہے۔

اور اگر دونوں علتیں ہ پائی جائیں تو ایسی صورت میں تفاضل اور نساء دونوں جائز ہیں جیسے مثال کے طور پر کپڑے کے عوض میں لکڑی فروخت کی جائے یا سبزی کے عوض میں روپے پیسے دئے جائیں تو کمی بیشی سب جائز ہے۔

نوٹ:

ہر وہ چیز جسکو نبی کریم ﷺ نے مکیلی یا موزونی قرار دیا ہے تو وہ قیامت تک مکیلی اور موزونی ہی رہے گی اگر چہ لوگوں نے اس کو کیل یا وزن سے بیچنا چھوڑ دیا ہو۔

اور وہ چیزیں جنکا نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہ کیل نہ وزن کیا جاتا ہوا اور ان کے بارے میں آپ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا ہو تو اس کو عرف عام کے اعتبار سے حکم دیا جائیگا یعنی لوگ اسکو مکیلی شمار کرتے ہوں تو مکیلی موزونی شمار کرتے ہوں تو موزونی۔

بـــاب السلم

سلم لغت کے اندر: سلف کے معنی میں ہے اور سلف کے معی ادھار کے ہیں۔

اصطلاح شرعیہ کے اندر: سلم کہتے ہیں بَیۡعُ الۡآجِلِ بِالۡعَاجِلِ، یعنی ادھار کی بیع نقد کے ساتھ۔

بیع السلم کا ثبوت قرآن سے: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔

بیع السلم کا ثبوت حدیث سے: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنۡ اَسۡلَفَ مِنۡکُمۡ فِی تَمۡرٍ فَلۡیُسۡلِفۡ فِی کَیۡلٍ مَعۡلُوۡمٍ وَوَزۡنٍ مَعۡلُوۡمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَعۡلُوۡمٍ (رواہ الستۃ فی کلھم)

بیع السلم کا ثبوت اجماع سے: کتاب البرھان میں تمام امت کا اجماع نقل کیا گیا ہے۔

بیع السلم کے درست ہونے کیلیئے امام ابوحنیفہؒ نے سات شرائط بیان فرمائی ہیں:

۱۔جنس معلوم ہو: مثلاً حنطہ ہے یا شعیر ہے یا تمر ہے۔

۲۔نوع معلوم ہو: مثلاً لال ہوگی، یا امریکن ہوگی، یا سندھ کی ہوگی، یا پنجاب کی ہوگی، یا سرحد کی ہوگی۔

۳۔صفت معلوم ہو: یعنی اعلی قسم ہوگی، یا ادنی قسم ہوگی، یا اوسط قسم ہوگی۔

۴۔مقدار معلوم ہو: کہ ایک کلو ہوگا، یا ایک قفیز ہوگا، یا ایک رطل ہوگا۔

۵۔اجل معلوم ہو: یعنی وقت معلوم ہو۔

۶۔وہ جگہ معلوم ہو جہاں پر دیا جائیگا۔

۷۔رأس المال کی مقدار معلوم ہو، جبکہ رأس المال سونا چاندی کے قبیل سے ہو۔

صاحبینؒ کے نزدیک سلم کے درست ہونے کیلئے پانچ شرائط ہیں، اور وہ پانچ شرائط وہی ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کی اول سے پانچ تک کی ہے۔ اور بقیہ شرط نمبر ٦ اور ٧ کو ضروری نہیں مانتے۔

وہ کہتے ہیں جس جگہ بیع ہوئی وہیں لا کر دینا ہوگا۔

چند ضروری اصطلاحات:

١۔ بیع السلم: بَیۡعُ الۡاٰجِلِ بِالۡعَاجِلِ، یعنی ادھار کی بیع نقد کے ساتھ۔

٢۔ مسلم فیہ: یعنی مبیع۔

٣۔ رأس المال: یعنی ثمن۔

٤۔ رب المال یا رب السلم: یعنی مشتری۔

٥۔ مسلم الیہ: یعنی بائع۔

نوٹ:

بیع السلم کیلئے ضروری یہ ہیکہ مسلم فیہ (مبیع) وقت عقد سے لے کر حوالہ کرنے کے وقت تک کسی نہ کسی خطے میں پایا جائے۔

التاریخ: ٢٤ /صفر/١٤٢٩ھ

٢/ابریل/٢٠٠٨م

الیوم الاربعاء